الحاد

حقیقت کے آئینے میں

یورپ ،امریکہ، آسٹریلیا اور چین جیسے ممالک میں فحاشی، عریانی ، نفسانی خواہشات ،شراب وشباب کی عادتوں میں مبتلا لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ مذہب ہی تو تھا۔ چاہے نام کا ہی سہی مگر شرم وحیا کے تقاضے قائم تھے ۔گناہ تھا تو ساتھ ندامت چپکی ہوئی تھی۔الحاد نے وار گناہ پرنہیں کیا سیدھا ندامت پر کیا۔ یعنی گناہ تو تم نے کرنا ہی کرنا ہے ۔ بحیثیت انسان تم گناہ سے بچ تو نہیں سکتے۔ پھر ندامت سے کیا حاصل؟ضمیر جھنجھوڑتا ہے تو شرم آتی ہے۔شرم آتی ہے تو رونا آتا ہے۔رونا آتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف ہوتی ہے تو خدا یاد آجاتا ہے۔انسان تائب ہو جاتا ہے۔اس کا بہتر حل الحاد نے یہ بتایا ہے کہ اپنے ضمیر کو قتل کردو۔ گناہ کرو۔ مگر نادم ہونے کی ضرورت نہیں۔ کوئی خدا نہیں جو تمہیں تمہارے گناہ پر پکڑے اور سزا دے۔جب وہ تمہیں گناہ سے روک نہیں پاتا تو وہ تمہیں سزا بھی نہ دے پائے گا۔ شروحیا کے احساس کو ختم کر ڈالو۔ اپنے کپڑے اتار دو اور اس میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کرو۔ سوال : مگر شرم و حیا تو انسان کا خاصا ہے ۔ بے شرموں کی طرح ننگے گھومنا تو جانوروں کی صفت ہے؟ تو ہم جانور ہی تو ہیں ۔ ہمارا ارتقاء جانوروں سے ہی تو ہوا۔ یہ ہے طریقہ گمراہی کے رستے پر چلانے کا۔

محمد سلیم
(اسلام، الحاد اور سائنس)

حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

Huqooq-un-naas
Center For New Muslims

خاور رشید بٹ

fb.com/hnwf7 huqooq.org info@huqooq.org Huqooq un Naas Welfare Foundation
0325-7962088 Huqooq un Naas welfare Foundation 21-A,Block-L, Gulberg III,LHR

الحاد

خاور رشید بٹ

Huqooq-un-naas
Center For New Muslims

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اہتمام: عبدالوارث گل

ناشر: حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

اشاعت: اول، نومبر 2023

تعداد: 1000

پرنٹر: tricon Printers ٹرائیکون پرنٹرز اینڈ ڈیزائنر، لاہور
(+92 321 4311413)

حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور
+92 0321 4749575

فہرست

- پیش لفظ ____ 06
- مقدمہ ____ 09
- الحاد اور اس کے ملحقات ____ 11
- ملحدین کی اقسام ____ 16
- سبب کے اعتبار سے الحاد کی اقسام ____ 18
- الحاد کی تاریخ، اسباب، اور تدارک ____ 19
- دلیل، اس کی اقسام اور معیار قبولیت ____ 25
  - ماورائے عقل اور خلاف عقل ____ 28
  - عقل اور وحی میں تعارض؟ ____ 32
- وجود باری تعالیٰ کے دلائل ____ 39
  - قرآن میں وجود باری تعالیٰ پر تفصیلی بحث کیوں نہیں؟ ____ 39
  - پہلی دلیل ۔۔۔۔فطرت ۔۔۔۔۔ ____ 40
  - جن تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا اور مر گئے ان کی آخرت کیا؟ ____ 43
- دوسری دلیل ۔۔۔۔۔۔ مخلوق ____ 53
- تیسری دلیل ۔۔۔۔ اہتمام اور مہارت ____ 58
- چوتھی دلیل ۔۔۔۔۔۔ دلائل نبوت ____ 66
  - جادو اور معجزے میں فرق ____ 67
- ملحدین کے مختلف سوالات ____ 76
  - خدا کو کس نے پیدا کیا؟ ____ 76

- خدا نظر نہیں آتا اس لیے تسلیم نہیں کیا جا سکتا — 77
- اللہ غیب کیوں ہے؟ — 78
- کائنات اتفاقاً دھماکے سے بنی — 79
- کون سا خدا مانیں؟ — 80
- کئی سیارے اجاڑ ہیں لہٰذا خالق نہ ہوا — 81
- خدا ہے تو مخلوق پریشان اور بیمار کیوں ہوتی ہے؟ — 82
- خدا کی تخلیق میں نقص کیوں؟ — 83
- خدا کا ڈیزائنر کون ہے؟ — 85
- کائنات وسیع کیوں ہے؟ — 85
- سائنس خدا کو رد کرتی ہے — 86
- خدا کو عبادت کی کیوں ضرورت ہے — 87
- شر کو کس نے پیدا کیا — 88
- اللہ اگر انسان کے فعل کا خالق ہے تو برائی پر اسے سزا کیوں؟ — 89
- انسان کے گناہ کی مدت تھوڑی اور سزا طویل؟ کیا یہ ظلم نہیں؟ — 90
- مذہب انسانی آزادی پر روک کیوں لگاتا ہے؟ — 90
- دنیا میں فسادات کی بہت بڑی وجہ مذہب ہے — 92
- اگر دنیا کا خالق ہے تو وہ ایک ہی کیوں؟ — 93
- ملحدین سے پوچھے جانے والے سوالات — 97
- کتابیات — 100

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ

(القرآن)

پیش لفظ

الحاد دراصل ایک نام ہے بیزاری کا ہراس مذہب،عقیدہ یا نظریے سے جس کا تعلق خدا رسول یا آخرت سے ہے۔

فلسفہ الحاد کی تاریخ قبل مسیح سے بھی پرانی ہے لیکن زمانہ قدیم میں مذہب کے مقابل الحاد کا پھیلاؤ نسبتاً کم تھا وجہ یہ تھی کہ نا صرف دہریت کا باقاعدہ پرچار نہیں تھا بلکہ انبیاء، رُسُل اور انکے ماننے والے عقیدہ توحید کی دعوت وتبلیغ کررہے تھے مزید یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ما سوائے بدھ مت کے باقی تمام مذاہب میں کسی نا کسی صورت خدا کا تصور موجود ہی رہا ہے۔

لیکن موجودہ الحاد کی تحریک نے سولہویں صدی میں اس وقت زور پکڑا جب کیتھولک مسیحیوں کے کچھ خودساختہ عقائد ونظریات کے خلاف یورپ میں پروٹیسٹنٹ عیسایت کا ایک نیا فرقہ نمودار ہوا ان کے مابین نا صرف کفر کے فتوے لگے،جنگیں ہوئیں بلکہ ان جماعتوں نے ظلم و بربریت کا ایسا بازارگرم کیا کہ جس سے عوام الناس کے قلب واذہان پر مذہب سے متعلق بہت سے شکوک وشبہات ومنفی اثرات مرتب ہوئے اور بعد ازاں یہی جزبات انکار خدااور بیزاریِ مذہب کا سبب بنے۔

اسی دور میں جدید فلسفے کا بانی سمجھا جانے والا Rene descartes ''جس کا کسی درجے خدا پر یقین تو تھا لیکن ساتھ ہی عقل پرستی کا داعی بھی تھا'' نے پہلی بار مذہب اور فلسفہ میں تفریق پیدا کی اور یوں ملحد فلسفیوں کو موقع ملا کہ مذہب اور مذہبی لوگوں کے غیرمنطقی عقائد ونظریات پر کھل کرکڑی تنقید کرسکیں۔

سترویں صدی کی آخر میں اگست کامتے (Auguste comte) نے positivism

کا ایک نیا نظریہ پیش کیا کہ جس کے تحت صرف انہیں چیزوں کا وجود تسلیم کیا جائے کہ جو قابل مشاہدہ ہیں لہٰذا اس کلیہ کے پیشِ نظر وجود باری تعالیٰ کا انکار منطقی نتیجہ تھا مزید یہی نظریہ دور جدید کے فلسفہ الحاد کی اہم بنیاد بنا۔

اسی لئے امانوئیل کانٹ جیسے فلاسفر بھی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں

"I think therefore I am" میں سوچ سکتا ہوں اس لیے کہ میں ہوں۔

وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ کائنات میں صرف میرا وجود یقینی ہےاس کے علاوہ جو میں دیکھ رہا ہوں ہوسکتا ہے وہ خواب ہومگر یہ طے ہے کہ میں خودتو موجود ہوں جو یہ خواب دیکھ رہا ہے۔

یہاں سے الحاد سے متاثر فلسفیوں کے نزدیک تلاش حق ومعرفت الٰہی کی جستجو تقریباً بے معنی ہوگئی کیونکہ نفس انسانی کو ہی اصل حقیقت تسلیم کرلیا گیا۔

انیسویں صدی میں الحادی نظریے کومزید شہرت اُس وقت ملنی شروع ہوئی جب چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاءکوشہرت عام حاصل ہوئی تب گویا الحاد نے ایک مذہب کی سی صورت اختیار کر لی......ڈارون کے نظریہ ارتقاء میں الحاد کے نظریاتی اور فلسفیانہ پہلواہم تھےجس سے اس صدی میں الحاد کی باقاعدہ ترویج شروع ہوگئ۔

اور یوں یہ نظریہ فلسفی سائنسدان اورتحریکوں کے بانیوں کے حلقہ واحباب سے ہوتا ہوا عوام الناس میں ایک وبا کی طرح پھیلنا شروع ہوگیا ملحدین نے اس عریاں نظریہ کو فلسفہ و سائنس کا لباس اورمصنوعی لاجک سے مزین کرکے اتنے ماڈرنائیز انداز میں پیش کیا کہ اس کے اثرات سے کمزوردلائل رکھنے والے مذاہب اور بہت سے ضعیف الاعتقادلوگ متاثر ہوئے۔

لیکن ہمیشہ کی طرح اس میدان میں الحادکو اسلام کے مقابلے میں نا صرف مطلوبہ کامیابی نہ ملی بلکہ الحاد وملحدین سب سے زیادہ جس سے خوف محسوس کررہے ہیں وہ بھی اسلام و اہلِ اسلام ہی ہیں کیونکہ مسلم علماء نے قرآن وسنت، فلسفہ ومنطق کے ذریعے ہر دور میں الحاد و

ملحدین کو نا صرف ان کے اشکالات وسوالات کے باحسن طریق جواب دیئے بلکہ اسلام نے جو فلسفہ الحاد پر اعتراض کئے ہیں صدیوں سے دنیا آج بھی ان جوابات کی منتظر ہے۔

زمانہ گواہ کہ ہے کہ الحاد کے خلاف تحریک، تحقیق اور تصنیف کے ذریعے جس قدر مواد اسلام نے پیش کیا ہے اس کی اور کہیں نظیر نہیں ملتی۔ پیشِ نظر کتاب ''الحاد حقیقت کے آئینے میں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ جو تقابل ادیان میں اپنا ایک خاص مقام رکھنے والے استاذ خاور رشید بٹ صاحب کی کڑی محنت کا نتیجہ ہے۔

فتنہ الحاد کو سمجھنے، شکوک وشبہات سے بچنے اور میدان عمل میں الحاد کے رد کے لیے نہایت مفید کتاب ہے الحاد کی بیخ کنی کے لئے قرآن وحدیث، کے علاوہ منطق کا بھر پور استعمال کیا گیا ہے یہ وہی انداز ہے جو اسلاف کی طرزِ تحریر میں جا بجا ملتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ جہاں دین کے عالم، طالب اور داعی کے لئے لازم وضروری ہے وہی ایک عام مسلمان کے لئے بھی یہ کتاب فائدے سے خالی نہیں ہوگی۔

عصرِ حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر خواہش تو یہ ہے کہ اللہ اس کتاب کو وفاق المدارس کے نصاب میں جگہ عطا فرما دے تا کہ جن علمائے کرام نے کل امت کو فتنوں سے بچانا ہے وہ آج کے فتنوں سے آگاہ ہوں۔

اس کتاب کا کچھ حصہ ہادیِ عالم رسولِ مکرم کے پہلو مسجد نبوی میں بیٹھ کر پڑھنے کا موقع ملا۔

دعا ہے کہ اللہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

بنی نوع انسان کو فتنوں سے بچنے اور راہ سے بھٹک جانے والوں کے لئے مشعل راہ بنا دے آمین۔

عبدالوارث گل

جنرل سیکرٹری، حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی فطرت میں اپنی عبادت اور فرماں برداری رکھ دی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ [البقرة: ١١٦]

”بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾

[آل عمران: ٨٣]

”حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے بخوشی اور ناخوشی اسی کا فرماں بردار ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

البتہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضہ ہے کہ چند اعمال میں بعض مخلوقات کو اِختیار بخشے تا کہ ثابت ہو سکے کہ اس کو مکلف بنانے کا اِنتخاب درست تھا یا غلط، انسان انھی میں سے ایک ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ڰ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ [الدهر: ٢، ٣]

”بلاشبہ ہم نے اِنسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں سو ہم نے اسے خوب سننے والا خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھایا خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔“

لیکن کچھ لوگوں نے اپنی فطرت خراب کر لی اور سمجھا کہ دنیا میں ہم خود بخود آ گئے ہیں، کسی نے ہمیں پیدا نہیں کیا، یہ زندگی بے مقصد ہے، کوئی خالق نہیں، جیسے مرضی یہ وقت گزاریں، کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کو ملحد، اتھیسٹ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ یہ سطور انھی لوگوں کی راہنمائی کے لیے لکھی گئی ہیں اور دوسرا فائدہ دینی طبقے کو آگاہی بھی ملے گی اور ملحدین سے گفتگو کرنے میں جھجک بھی ختم ہوجائے گی، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس تحریر کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور اس میں مدد ومعاون تمام مسلمانوں کے لیے نجات کا سبب بنائے، آمین۔

خاور رشید بٹ
انچارج شعبہ سیرت سیکشن
ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن

الحاد اور اس کے ملحقات

الحاد کی لغوی تعریف:

أَلْحَدَ باب إِفعال سے مصدر ''الحاد'' ہے، اس کا معنی بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''أصل الإلحاد في كلام العرب العدل عن القصد والميل و الجور و الانحراف، و منه اللحد في القبر لانحرافه إلى جهة القبلة عن سمت الحفر.'' [1]

''عربی زبان میں الحاد کا مطلب سیدھے راستے سے ہٹنا، مائل ہونا، ظلم کرنا اور اِنحراف ہے۔ اسی سے لحد ہے جو اس قبر کو کہتے ہیں جو گڑھے میں قبلہ کی جانب کھودی جاتی ہے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''الإلحاد الميل وترك القصد، يقال: ألحد الرجل في الدين وألحد إذا مال، ومنه اللحد في القبر لأنه في ناحيته.'' [2]

''سیدھے راستے کو ترک کرنا، مائل ہونا الحاد کہلاتا ہے اور جب آدمی دین سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے ألحد الرجل في الدين۔ اسی سے ایک لفظ لحد ہے جو قبر پر بولا جاتا ہے کیوں کہ یہ ایک جانب (بغلی) ہوتی ہے۔''

---

[1] تفسير ابن كثير: ٣/٥١٦.
[2] تفسير القرطبی: ٧/٣٢٨.

امام بخاری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”وسمي اللحد لأنه في ناحية، وكل جائر ملحد۔“ [1]

”لحد نام قبر کے ایک طرف ہونے کی وجہ سے ہے اور ہر ظالم ملحد ہے۔“

لفظ ”الحاد“ اور قرآن:

اللہ تعالیٰ نے الحاد اور اس کے مشتقات قرآن مجید کے چھ مقامات پر ذکر کیے ہیں:

1 ...... ﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: ١٨٠]

”اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

2 ...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۟ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الحج: ٢٥]

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔“

3 ...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ ﴾ [حمٓ السجدة: ٤٠]

”بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر

[1] صحيح بخاري: كتاب الجنائز، باب من يقدم اللحد۔

مخفی نہیں رہتے۔''

4 ....﴿وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۳﴾﴾ [النحل: ۱۰۳]

''اور بلاشبہ یقینا ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ کہتے ہیں: اسے تو ایک آدمی ہی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔''

5 ....﴿وَ لَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾﴾ [الکھف: ۲۷]

''اور نہ اس کے سوا تو کبھی کوئی پناہ کی جگہ پائے گا۔''

6 ....﴿وَ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۲﴾ۙ﴾ [الجن: ۲۲]

''(اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں:) اور میں اس (اللہ) کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔''

ہم ان آیات اور مذکورہ اقوال کی روشنی میں ''الحاد'' کی لغوی تعریف یہ کر سکتے ہیں:

ہر وہ بات جو درست فکر اور ہر وہ عمل جو سیدھی راہ سے ہٹا ہوا ہے، ''الحاد'' کہلاتا ہے۔

اس تعریف کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب سے دنیا میں گمراہی شروع ہوئی اس وقت سے لے کر ہر زمانے میں الحاد کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔

الحاد کی اصطلاحی تعریف:

عصر حاضر میں اس کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ وجودِ باری تعالیٰ پر عدم یقین الحاد کہلاتا ہے۔

دہریت:

''دہر'' کا معنی زمانہ ہے، ملحدین چونکہ خالق کائنات کو نہیں مانتے بلکہ تخلیق اور موت کو زمانے سے جوڑتے ہیں اس لیے ان کو ''دہری'' اور ان کے موقف کو ''دہریت'' کہا جاتا ہے،

یعنی یہ لفظ إلحاد کا مترادف ہے۔

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا تذکرہ موجود ہے جو زندگی وموت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ماننے کی بجائے زمانے (دہر) کی گردش کو سونپتے ہیں:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿24﴾﴾ [الجاثية: ٢٤]

''اور انھوں نے کہا: ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی (زندگی) نہیں، ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا، حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔''

لادینیت:

ملحد کو ''لادین'' بھی کہتے ہیں جس کا معنی ہیں: کوئی دین نہیں کیوں کہ یہ لوگ کسی بھی مذہب کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اس لیے انھیں یہ نام دیا گیا اور ان کے موقف کو لادینیت کہا جانے لگا، یعنی یہ بھی الحاد کے مترادف ہے۔

نوٹ: ان ناموں میں ''ت'' نسبت کی ہے۔

ایتھی ازم:

انگریزی میں الحاد کو ایتھی ازم (ATHEISM) کہتے ہیں۔ یونانی زبان میں خدا کو تھی اوس (THEOS) کہتے ہیں۔ یہ لفظ جب انگریزی زبان میں آیا تو ''الٰهیات/ فلسفہ/ خدا'' کی تعبیر کے لیے کئی الفاظ ساتھ جوڑے گئے، مثلاً:

1. تھولوجی (THEOLOGY) علم الٰهیات
2. تھیوسوفی (THEOSOPHY) یعنی تصوف ومعرفت الٰہی
3. تھوکریسی (THEOCRACY) بمعنی خدا کی حکومت
4. تھی آرکی (THEARCHY) یعنی خدا کی حکومت

5. تھیوسنٹرک (THEOCENTRIC) مطلب خدا کو ہر چیز کا مرکز سمجھنے کا نظریہ
6. تھیوڈسی (THEODICY) خدا کے عدل کو ثابت کرنا
7. تھیومیسی (THEOMACY) دیوتاؤں کی لڑائی، خدا کی مرضی کی مخالفت
8. تھیومانیا (THEOMANIA) مذہبی جنون
9. تھیوفینی (THEOPHANY) خدا کی تجلی
10. تھیوپیتھی (THEOPATHY) مجذوبیت
11. تھیوگیمی (THEOGAMY) دیوتاؤں کی شادی
12. تھیوگنی (THEOGONY) دیوتاؤں کا شجرہ نسب
13. انہی میں ''تھی ازم'' (THEISM) ہے جس کا مطلب خدا کو ماننے کا نظریہ ہے۔ ایسے عقیدے والے کو تھی ایسٹ (THEIST) کہتے ہیں۔
14. مونوتھی ازم (MONOTHEISM) یعنی صرف ایک خدا کو ماننے کا نظریہ، عقیدہ توحید اور موحد۔ توحید پرست کو مونوتھی ایسٹ (MONOTHEIST) کہتے ہیں۔
15. اس کے مقابلے میں خدا کا انکار کرنے والے نظریے کو اےتھی ازم اور اس عقیدے کے حامل شخص کو اےتھی ایسٹ (ATHEIST) کہتے ہیں۔

ملحدین کی اقسام

1 الحاد مطلق/گناسٹک ازم/ادریت:

ان کے نظریے میں خدا کے انکار کی شدت پائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، روح، فرشتے، جنت و دوزخ مذہب کے متعلق روحانی امور اور مابعد الطبیعاتی معاملات کا بھی شدید انکار ہوتا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ ہمیں بخوبی علم ہے اس کائنات کا کوئی خالق نہیں، یہ خود بخود معرضِ وجود میں آئی اور ''لا آف نیچر'' (قانونِ فطرت) کے تحت چل رہی ہے۔

الحاد کی اس قسم کو ادریت (یعنی معرفت و علم رکھنا) کہا جاتا ہے۔

نوٹ: ملحد یا اتھی ایسٹ کا لفظ بولا جائے تو عام طور پر اسی نظریے کے حامل لوگ مراد ہوتے ہیں۔

2 اگناسٹک ازم/لاادریت:

ملحدین کی وہ قسم جو کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کے ہونے یا نہ ہونے کا علم نہیں۔

وضاحت:

کائنات پر غور و فکر کرنے کے بعد کہہ اٹھتے ہیں کہ اس کا خالق ہونا چاہیے، لیکن خالق ہونے کے دلائل کے متعلق ان کی عقل جواب دے جاتی ہے اور کہتے ہیں: مجھے علم نہیں خدا ہے یا نہیں۔ اسی لیے ان کو لاادریت کہتے ہیں۔

نوٹ: ملحدین کی اس قسم میں سے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کائنات میں خدا نہیں لیکن ایک طاقت ضرور ہے جو اس کائنات کو چلا رہی ہے وہ خدا ہے یا نہیں ہمیں اس کا علم نہیں۔

3 ڈی ازم:

الف: جو لوگ کائنات کے نظام پر غور و فکر کر کے اس کے خالق کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن

یہ کہتے ہیں کہ تخلیق کے بعد کائنات سے لاتعلق ہو چکا ہے ایسے لوگوں کو ڈی ایسٹ کہتے ہیں۔

ب: ان کے ہاں اصل انکار مذہب، نبی، قیامت، دوبارہ جی اٹھنے کا ہے۔

ج: اس نظریے کے حامل لوگوں نے عقل ہی کو حرفِ آخر قرار دیا ہوا ہے، نیز اپنی ہر طرح کی مرضی پوری کرنے کے قائل ہیں۔

د: اس نظریے میں خدا تعالیٰ پر نہیں بلکہ مذاہب عالم کی تعلیمات اور مذہبی نمائندوں پر سب وشتم ہوتا ہے۔

ہ: گو اس میں خدا کا انکار نہیں لیکن اس کو ایتھی ازم کا پہلا قدم کہہ سکتے ہیں کیوں کہ جس نے ہر چیز کا انکار کر دیا اسے خدا کا انکار کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

یاد رہے کہ اس موقف کے حامی لوگوں کی تعداد نہایت کم ہے۔

1 نیوایتھی ازم:

یہ اصطلاح دور جدید میں مقرر کی گئی ہے لیکن اپنے مقصود کے لحاظ سے یہ الحاد نہیں بلکہ اس سے مراد وہ تحریک ہے جو بیسویں صدی میں مذہب کے خلاف بعض مغربی مصنّفین نے چلائی جن میں سے اکثر کا تعلق مسیحیت سے تھا اور بعد میں یہ الحاد کی جانب مائل ہو گئے۔ انھوں نے ہی تشکیک کا عمل سب سے زیادہ پھیلایا۔

سبب کے اعتبار سے الحاد کی اقسام

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو الحاد کی تین بڑی اقسام بنتی ہیں:

اول: علمی الحاد:

کسی کو علمی طور پر وجود باری تعالیٰ پر شکوک وشبہات لاحق ہو جانا۔ اس کے فروغ کا سبب صرف ایک ہی ہے یعنی فلسفہ، فریق ثانی کی جانب سے مناسب راہنمائی نہیں مل پاتی تو اسی پر پختہ ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے ایسے ملحدین بہت کم ہیں۔

دوم: نفسانی الحاد:

نفسانی خواہش پوری کرنے میں خدا، مذہب، پیغمبر، نظریہ آخرت وغیرہ بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس کے لیے وجود باری تعالیٰ وغیرہ کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کرنا تا کہ ضمیر کی ملامت سے بچا جا سکے۔

عموماً ملحدین ایسے ہی ہوتے ہیں۔

سوم: نفسیاتی الحاد:

نفسیات کے سبب ملحد ہونا یعنی بچپن میں کسی ظلم وزیادتی کا شکار ہو گیا، یا کسی بم دھماکے میں عزیز ترین شخصیت کھو بیٹھا یا اس طرح کی کوئی بات جو نفسیات پر اثر انداز ہوئی اور مذہب کو خیر باد کہہ کر خدا کا انکار کر دیا۔

الحاد کی تاریخ، اسباب اور تدارک

عمومی مفہوم کے اعتبار سے الحاد پہلے زمانوں میں موجود تھا جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا لیکن خصوصی معنی (یعنی خدا پر عدمِ یقین) کے اعتبار سے بھی پہلے پایا جاتا تھا مگر بہت کم، مثلاً مذاہب میں سے صرف بدھ مت ایسا مذہب ہے جس میں کسی خدا کا تصور نہیں، اسی طرح ہندو فرقہ جین مت بھی ہے البتہ دیوتاؤں کو یہ دونوں مانتے ہیں اور بعض فلسفی گزرے ہیں جنھوں نے وجود باری تعالیٰ کا انکار کیا۔

عوام الناس کی اکثریت ایک خدا یا زیادہ خداؤں پر یقین ہی رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے میں کبھی خالص الحاد کو قوت نہیں مل سکی۔ یا تو انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں کا غلبہ رہا یا پھر شرک غالب رہا۔

الحاد کو حقیقی فروغ اور قوت دور حاضر میں حاصل ہوئی جب دنیا کی اکثریت نے اسے اپنے نظام حیات کے طور پر قبول کر لیا۔ اس کے اثرات اب پوری دنیا پر پڑ رہے ہیں۔

پھیلاؤ کے اسباب:

1. امریکا اور یورپ نے جب الحاد کو اپنے نظام حیات کے طور پر قبول کر لیا اور اپنے تمام معاملات میں سے مذہب کو بے دخل کر دیا تو اس کا چلن عام ہو گیا۔
2. ابتدا ہم سولہویں صدی کے آخر سے کر سکتے ہیں جب کلیسیا کے مظالم کے خلاف قرون وسطیٰ میں تحریکیں اٹھیں، پروٹسٹنٹ معرض وجود میں آئے، خانہ جنگی ہوئی، عوام مذہب سے بیزار ہونے لگے۔

اس کے ساتھ یورپ میں تعلیم عام ہونے لگی اور سائنسی ایجادات ونظریات خاص طور پر

کائنات کے حوالے سے سامنے آنے لگے، لیکن مذہبی طبقہ شدید مخالفت کرنے لگا جس کے نتیجے میں جدید نظریات کے حامل افراد میں سے کئی کو جلا دیا گیا اور کئی ایک معافی مانگ کر گلوخلاصی کرا سکے۔ یہ ردّعمل کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں فرقوں کی جانب سے سامنے آیا کیوں کہ ان مسیحی گروہوں کے آپسی شدید اختلاف کے باوجود بائبل کو عقلی وعلمی اعتبار سے پرکھنے کے حق میں نہ تھے۔

سو عوام وخواص میں مذہب بیزاری کی لہر دوڑنے لگی، جلتی پر تیل کا کام فلاسفہ کی مذہب پر تنقید نے کیا، یوں الحاد کی جانب لوگوں کا رخ ہونا شروع ہو گیا۔

3. اہل مذاہب کی جانب سے وجود باری تعالیٰ پر اب تک سب سے بڑی دلیل کائنات کی تخلیق تھی لیکن چارلس ڈارون نے نظریہ ارتقا دے کر ملحدین کو ایک دلیل تھما دی جس پر وہ اِتراتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ تو کوئی سائنسی مسلّمہ اصول ہے اور نہ اس کا تعلق خالق کائنات سے ہے۔ زیادہ سے زیادہ نظریہ ارتقا سے تخلیق کی کیفیت پر بات ہوسکتی ہے، نہ کہ اس پر کہ اس کو خلق کس نے کیا!

4. اسی دوران ڈی ازم کی تحریک بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی جس کا مقصد عقل ہی کو حرف آخر قرار دینا تھی، جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا، ان کے ہاں خدا کا وجود تو مسلّمہ ہے لیکن کائنات کو خلق کرنے کے بعد وہ اس سے لاتعلق ہو چکا ہے اور یہ نظام اب لا آف نیچر کے تحت چل رہا ہے۔

اس تحریک میں شامل لوگوں کے نزدیک نبی، رسول اور قیامت وغیرہ کی بالکل نفی وانکار ہے، مزید یہ کہ چرچ نے ان کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا تو انھوں نے تشکیک کے ذریعے بھرپور طریقے سے لوگوں کو مذہب سے بیزار کرنا شروع کر دیا۔ سو اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اہل علم طبقے میں بالعموم انکار خدا کی لہر چل نکلی جو انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں عروج پر پہنچ گئی۔

5 کیپٹل ازم یعنی سرمایہ دارانہ نظام، اس میں ہر ایک کو لامحدود زمین، جائیداد، روپیہ پیسہ رکھنے کی اجازت ہے، یہ نظام ملحدین کا دیا ہوا ہے، سو لوگوں میں لالچ و حرص آنے کے سبب وہ مذہب سے آزادی کے خواہاں ہوئے کیوں کہ مذہب جہاں لالچ و حرص کی تکمیل میں رکاوٹ ہے وہاں حلال و حرام میں تمیز کرنے کا پابند بھی بناتا ہے نیز لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے مال جمع کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ روکتا ہے بلکہ غریب و نادار افراد کا حصہ بھی مقرر کرتا ہے جس سے چھٹکارے کے لیے الحاد کی پناہ ڈھونڈی گئی۔

6 نفسانی خواہش کی تکمیل کے لیے مذہب میں جائز طریقے ہیں لیکن کئی لوگ ناجائز (ہم جنس پرستی وغیرہ) صورتوں میں اسے پورا کرنا چاہتے ہیں جس میں مذہب بڑی رکاوٹ ہے، سو اس کا انکار کر کے خود کو ملحدین کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

7 عالم اسلام کا ٹوٹنا: کفار کے مقابلے میں مسلمان کمزور ہو چکے تھے جس کے سبب ان کی اجتماعیت بکھر گئی جس کے ساتھ ہی الحاد کا سب سے بڑا مخالف فریق میدان سے ہٹ گیا سو اسے پھیلنے کا خوب موقع ملا۔

8 دورِ جدید کی زندگی اور تہذیب نو کے چکا چند مظاہر: دنیا دھوکے کا سامان ہے مطلب پرست لوگ اسی کو بطور ہتھیار استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کرتے رہے۔ چنانچہ لوگوں کو پر تعیش زندگی کا لالچ دے کر اس کے حصول کی طرف لگا دیا اور عوام ان کے جھانسے میں آ گئے، سو رفتہ رفتہ مذہب سے دور ہوتے گئے اور الحاد کا آسان شکار ثابت ہوئے۔

9 منطق، فلسفے اور سائنس سے شدید ترین مرعوبیت: یعنی لوگ ایمانیات کو ان کے تناظر میں جانچنے کی کوشش کرتے ہیں اور سائنس کے زیر اثر لانا چاہتے ہیں، چنانچہ کئی باتیں ان کی عقل سے بالا ہوتی ہیں تو مرعوبیت کے سبب انکار کر دیتے ہیں جس کے سبب الحاد کو اپنے پر پھیلانے کا موقع میسر آ جاتا ہے۔

10 مغربی مصنّفین کی فلسفیانہ اور سائنسی درسی کتب: عموماً ایسی کتب کا مقصد لوگوں کو مذہب

سے دُور کرنا ہوتا ہے اور ڈگری لینے کے لیے ان کا پڑھنا بھی لازمی ہوتا ہے، یہ کتب اپنا اثر ضرور دکھاتی ہیں۔

11 الحاد کا پرچار کرنے والے ادارے۔

12 ملحد اساتذہ۔

13 مذہبی طبقے سے نفرت۔

14 ذہنی ناپختگی۔

15 بے لگام مطالعہ: یعنی اپنی عقل کو حرفِ آخر سمجھ کر بغیر کسی استاد کے مطالعہ کرتے چلے جانا۔

16 مناسب راہنمائی کا فقدان۔

17 والدین کا بچوں کی مناسب تربیت نہ کرنا۔

18 سوشل میڈیا۔

19 عصری اور مذہبی علم کا بُعد بڑھنے سے بھی الحاد کو پھیلاؤ کا موقع ملا۔

20 لوگوں کی معاشی مجبوریاں بھی بسااوقات انھیں الحاد کے قدموں میں لا ڈالتی ہیں۔

21 معاشرے میں موجود الحاد سے متاثر لوگوں سے میل جول اس کے عام ہونے کا ذریعہ ہے۔

22 ذاتی حادثہ: بچپن میں کوئی ظلم وزیادتی ہوئی یا بم دھماکے میں کسی عزیز کی موت ہوئی تو الحاد کی جانب چلا گیا۔

مسلم معاشروں میں الحاد کا فروغ اور مسلمانوں کا رویہ:

پندرہویں اور سولہویں صدی میں اہل یورپ نے اپنے ممالک سے نکل کر مشرق و مغرب میں پھیلنا شروع کیا تو انیسویں صدی کے آخر تک دنیا کے بڑے حصے پر حکومت قائم کر لی۔ ان نو آبادیات میں مسلم ممالک بھی شامل تھے۔ اہل یورپ نے اقتدار قائم کرنے کے ساتھ اپنے الحادی نظریات کو بھی فروغ دیا۔

ان مغربی ملحدین نے عیسائیت کی طرح اسلام کی اساس پر بھی حملہ کیا جس کے نتیجے میں

مسلمانوں کی جانب سے چار طرح کے رویے سامنے آئے:

اول: مغربی الحاد کی پیروی، عموماً مسلم اشرافیہ اس کا شکار ہوئی۔

دوم: مغرب کو مکمل طور پر ردّ کر دیا، یہاں تک کہ ان کی زبان سیکھنا، لباس اور ہر طرح کا تعلق حرام قرار دے دیا گیا۔

سوم: مغرب کی پیروی میں اسلام میں تبدیلیاں کر کے اسے اہل مغرب کے لیے قابل قبول بنانے کی کوشش، یہ طرزِ فکر متجد دین مثلاً سرسید اور اس کے ہم نوا، غلام احمد پرویز نیز دور حاضر میں جاوید احمد غامدی وغیرہ کی جانب سے سامنے آیا۔

چہارم: مغرب کے مثبت پہلو لے کر اسے اسلامی سانچے میں ڈھالنا۔ جدید مصلحین نے یہ رویہ اختیار کیا، اس کی بڑی مثال علامہ محمد اقبالؔ اور دورِ حاضر میں ڈاکٹر ذاکر نائیک وغیرہ ہیں۔

تدارک:

معاشرے میں الحاد کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ہر ذی علم وصاحب اقتدار مسلمان کو اپنا فریضہ سرانجام دینے کی ضرورت ہے، البتہ حسب ذیل صورتوں سے اس کا تدارک بخوبی ہوسکتا ہے:

1. حکومت کو چاہیے کہ سیکولرازم کے تمام اسالیب کی روک تھام کرے۔
2. علمائے دین کا کام ہے کہ نام نہاد متجد دین کا علمی محاکمہ کریں۔
3. مدارس، کالجز اور یونیورسٹیوں میں لبرل ازم اور الحاد کے نقصانات پر سیمینار کروا کر طلبہ و طالبات کی ذہن سازی کی جائے۔
4. مدارس کے نصاب میں علماء کے لیے ایسے کورس شامل کیے جائیں جن میں اسلام کو درپیش مسائل کا حل ہو۔
5. علماء و مشائخ کو مختلف زبانیں سیکھنی چاہئیں تاکہ ملحدین کو ان کی زبان ہی میں جواب

دیا جا سکے۔

6. وزارتِ تعلیم اپنا کردار ادا کرے اور ہر ایسے نصاب کو ختم کرے جس کے نتیجے میں الحاد پھیل رہا ہے نیز اساتذہ پر بھی کڑی نظر رکھے اور اسلامی ذہن کے اساتذہ مقرر کیے جائیں۔
7. جو نوجوان شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں ان کی مناسب راہنمائی کی جائے۔
8. ایسا نوجوان اگر اپنے وسوسے کا اظہار کرے تو اس کو ڈانٹنے کی بجائے حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے عمدہ اسلوب سے جواب دیں، اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کسی ماہر کی طرف اس کی راہنمائی کر دیں۔
9. اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے کیوں کہ عموماً شکوک وشبہات اسلام کی غلط تعبیر کے نتیجے ہی میں سامنے آتے ہیں، مثلاً اسلامی نظریہ جہاد ہی کو لے لیں، غیر مسلموں نے اس کی جو صورت متعارف کروا کر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا ہے، وہ تو قطعاً اسلامی نہیں۔ لوگوں کے سامنے اس کی صحیح شکل لائی جائے تاکہ پروپیگنڈے کا مقابلہ کیا جا سکے۔
10. اسلام کی بنیاد یعنی قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔
11. الحاد کی مبلغ ویب سائٹس اور بلاگز پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے۔

دلیل، اس کی اقسام اور معیارِ قبولیت

دلیل کا لغوی معنی:

ہادی و مرشد کو لغوی لحاظ سے دلیل کہتے ہیں خواہ وہ علامت و نشانی ہو، یا اسے مقرر کرنے والا یا اس نشانی کی جانب راہنمائی کرنے والا۔

اس اعتبار سے دلیل بروزن فعیل بمعنی فاعل یعنی دال ہے، جمع أدلہ اور أدلاء ہے۔

استدلال کا لغوی معنی: دلیل طلب کرنا۔

مدلول: دلیل کا نتیجہ۔

قرآن اور لفظ دلیل:

قرآن مجید میں لفظ دلیل اپنے اسی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝45 ﴾ (الفرقان: ٤٥)

”کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلالت کرنے والا بنایا۔“

جب کہ عقائد ثابت کرنے والی چیز کے مفہوم میں یہ نہیں بلکہ اس کے مترادفات استعمال ہوئے ہیں، مثلاً (۱) برہان یعنی فیصلہ کن دلیل (۲) حجت بمعنی برہان (۳) سلطان، ایسی دلیل جو مخالف کو جھکنے پر مجبور کر دے۔ (۴) بصیرت، ایسی دلیل جس سے چیز بآسانی دیکھی جا سکے۔ (۵) آیت یعنی ایسی چیز جس میں غور کرنے سے اس کا علم بھی حاصل ہو اور اس

کے صانع کا بھی۔(۲) "بینة" یعنی ایسی دلیل جس سے مدعی فریق ثانی کی بات کو باطل قرار دے سکے۔

"دلیل" کی اصطلاحی تعریف:

"ما يلزم من العلم به العلم بشيء آخر." [1]

"یعنی دلیل اس کو کہتے ہیں کہ جس کے جاننے سے دوسری چیز کا علم ہو جائے۔"

مثلاً دھواں دیکھ کر آگ کا علم ہونا، گوبر سے جانور کا معلوم ہونا، پاؤں کے نشان دیکھ کر انسان کا وہاں سے گزرنے کا علم وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: دلیل کا اپنے مدلول کے ساتھ لزوم ضروری ہے، ورنہ وہ دلیل بننے کے قابل نہ ہوگی۔

استدلال کی اصطلاحی تعریف:

ذہن میں حاصل شدہ امور سے مقصدی امور تک رسائی استدلال کہلاتا ہے۔

دلیل کی اقسام

انسان کے پاس علم حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں:

(اول) حواس خمسہ (دوم) عقل (سوم) سچی خبر

1 ......حواس خمسہ:

یعنی دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا۔ لیکن یہ محدود ذریعہ علم ہے کیوں کہ بسا اوقات یہ غلطی کر جاتے ہیں مثلاً بادل دوڑ رہے ہوں تو چاند دوڑتا اور تارے ایک کے دو دو نظر آتے ہیں اسی طرح کسی چیز کا سایہ ساکن معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ چل رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح گونج کی وجہ سے سماعت ٹھوکر کھا جاتی ہے، خوامخواہ بو یا خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے۔ ذائقہ خراب ہو تو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ اندھیرے میں چھوئیں تو

[1] کشاف اصطلاحات فنون: ۲/۲۹۲.

بسا اوقات اندازے میں غلطی لگ جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس ذریعے سے مکمل علم نہیں ملتا۔

2 ...... عقل:

بروزن ضرب سے مصدر ہے، بمعنی باندھنا، روکنا۔ اہل عرب اونٹ کو باندھتے ہیں تو جملہ بولتے ہیں: عقلت البعیر۔ میں نے اونٹ کو باندھ لیا اور روک لیا ہے۔

وجہ تسمیہ:

عقل چونکہ انسان کو ہلاکت میں پڑنے سے روکتی اور باندھ کر رکھتی ہے اس لیے یہ نام دیا گیا۔

عقل کے مترادفات:

(۱) حجرا بمعنی ایسی عقل جو نقصان سے بچائے۔ (۲) حلم: ایسی عقل جو طبیعت پر ضبط رکھے اور مشتعل نہ ہونے دے۔ (۳) لُب بمعنی خالص عقل۔ (۴) نُہی: جمع ہے نہیۃ کی فراست والی عقل۔ (۵) ابصار جمع ہے بصر کی لفظی ترجمہ تو اس کا آنکھ سے دیکھنا ہوتا ہے لیکن دل سے دیکھنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اس وقت یہ لفظ عقل کے مترادف ہوگا یعنی غور وفکر کرنے والی عقل۔

عقل کی اصطلاحی تعریف:

سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور ملکہ۔

یہی چیز انسان کو جانوروں اور پاگلوں سے ممتاز کرتی ہے۔

عقل ذریعہ علم مگر کیسے؟

عقل کے ذریعے چیزوں کا علم مختلف انداز سے ہوتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

اول: بدیہیات: یعنی معارف فطریہ اور بدیہی علوم کا حصول مثلاً کل اپنے جز سے بڑا ہوتا ہے، انگلی چھوٹی ہوتی ہے بازو سے، دس ہمیشہ پانچ سے زیادہ ہوتا ہے، دو کلو وزن زیادہ

ہے ایک کلو وزن سے، وغیرہ۔

دوم: استدلالی طریقہ: ایک چیز کو دیکھ کر دوسری کا تعین کرنا اس کو استدلالی طریقہ کہا جاتا ہے جیسے گوبر دیکھ کر جانور، قدموں کے نشان دیکھ کر انسان اور دھواں دیکھ کر آگ کا علم۔

سوم: طریقہ درس: یعنی دانائی اور زیرک پن کہ جس کے ذریعے صحیح نتیجے تک پہنچا جا سکے، مثلاً چاند کا جو حصہ سورج کے سامنے آجائے وہ روشن ہو جاتا ہے، اسی لیے چاند گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاند کی روشنی اپنی نہیں بلکہ سورج سے حاصل کردہ ہے۔

چہارم: تجربہ: مثلاً زہر سے موت واقع ہو جاتی ہے وغیرہ۔ طبی اور سائنسی تجربات کا دارومدار اسی پر ہے۔

پنجم: فکر و نظر: تسلیم شدہ مقدمات اور جملوں کو جوڑ کر نتائج اخذ کرنا، مثلاً انسان جان دار ہے او ہر جان دار جسم والا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان جسم والا ہے۔ اسی طرح، جہاں زیادہ دکانیں ہوں اس کو بازار کہتے ہیں اور انارکلی میں بہت دکھانیں ہیں لہٰذا انارکلی ایک بازار ہے۔ یہ طریقہ علم منطق میں استعمال ہوتا ہے۔

ماورائے عقل اور خلاف عقل:

انسانی عقل ایک محدود ذریعہ علم ہے کیوں کہ اس سے ہر چیز کا علم ممکن ہی نہیں مذہب اور سائنس دونوں میں کئی ایسی باتیں ہیں جو عقل سے سمجھی نہیں جا سکتیں لیکن ایک فرق کرنا پڑے گا جسے مدنظر نہ رکھنے کے سبب عقل پرست گمراہی کے راستے پر چل نکلتے ہیں۔

فرق یہ ہے کہ کسی چیز کا عقل سے ماورا ہونا یا عقل میں نہ آنا الگ ہے اور خلاف عقل ہونا یہ الگ ہے۔ عقل میں نہ آنے والی اشیاء کا انکار کرنا ہرگز عقل مندی نہیں ورنہ کئی سائنسی چیزوں کا انکار بھی کرنا پڑے گا مثلاً بلیک ہول۔

اللہ تعالیٰ کے پیغام کا آخری ورژن اسلام ہے اس لیے ہم اسی کی بات کرتے ہیں کہ اس میں ماورائے عقل باتیں تو ہیں لیکن خلاف عقل ہرگز نہیں اسلام پر تنقید کرنے

والے اپنی عقل کو کل سمجھ کر جو بات ان کے فہم میں نہیں آتی اس کو خلاف عقل قرار دے کر انکار کر دیتے ہیں۔

اپنے اردگرد نظر دوڑا کر دیکھیں کتنے لوگوں کو ریاضی کے قوانین یا آئن سٹائن کے اصول سمجھ آتے ہیں؟ تو کیا وہ انکار کرتے ہوئے انھیں باطل کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مذہب کی بعض باتیں فہم سے بالا ہیں تو انکار کیوں کر درست ہوا؟

پہلے مذاہب چونکہ تحریف کا شکار ہو چکے، ان میں کچھ باتیں بالکل خلاف عقل ہیں مثلاً مسیحیوں کا نظریہ تثلیث فی التوحید (یعنی 1+1+1=1) یہ اور اس طرح کی باتوں کا انکار کرنا صحیح اور درست ہے۔

3 ...... سچی خبر:

تیسرا ذریعۂ علم سچی خبر ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عام انسان کی خبر (۲) خاص انسان یعنی نبی و رسول کی خبر۔

عام انسان کی دی ہوئی سچی خبر سے علم تو مل جاتا ہے لیکن پھر بھی کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا علم دینا عام انسان کے بس میں نہیں، مثلاً انسان دنیا میں کیوں آیا؟ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب نہ حواس کے پاس ہے، نہ عقل کے پاس، نہ سائنس کے پاس اور نہ عام انسان کے پاس۔ اس کے لیے خاص انسان یعنی نبی و رسول کی خبر کی ضرورت ہے۔ یہیں سے وحی کا احتیاج ماننا پڑتا ہے۔

آسمانی مذاہب میں ماورائے فہم باتوں پر اس نبی کی خبر کے ذریعے ہی یقین کیا جاتا ہے۔

مشرکین اور ملحدین کے درمیان راستہ:

مشرکین نے عقل استعمال ہی نہیں کی اور اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیے بتوں کو خدا بنا لیا جب کہ ملحدین نے عقل ہی کو حرف آخر قرار دے کر علم کے اہم ذرائع سچی خبر و وحی کا انکار کر بیٹھے۔

ہم لوگ ان کے بین بین ہیں۔ عقل کے ساتھ ساتھ وحی و سچی خبر کو بھی ذریعہ علم مانتے ہیں۔

خلاصہ: کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کو ماننے کے لیے ہمارے پاس تین ذرائع ہیں: حواس خمسہ، عقل اور سچی خبر۔

ان ذرائع سے ملنے والی چیز کے لیے دوسری دلیل طلب کرنا غیر معقول رویہ ہے۔

معیار قبولیت:

کسی بھی دعوے یا مفروضے کو قبول کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو اصول ہیں:

1 ... عقلاً ممکن ہو

2 ... دلیل عقلی یا نقلی سے اثبات ہو رہا ہو۔ مثلاً روشنی کی رفتار سے انسان کا سفر کرنا کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آیا لیکن یہ عقلاً ممکن ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اس کا دعویٰ کر دے تو اس کی دلیل کو دیکھا جائے گا۔ اگر دلیل درست ہے تو خواہ ہماری عقل میں نہ بھی آئے دعویٰ تسلیم کرنا پڑے گا۔ انھی دو اصولوں کا استعمال ہم روزمرہ زندگی میں کرتے ہیں۔

پہلی مثال: کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس گئے جو معائنے کے بعد ہمیں دل کا عارضہ بتاتا ہے تو کیا محض اس وجہ سے ڈاکٹر کی تشخیص کا انکار کر دیا جائے کہ مجھے اس بیماری کا احساس نہیں ہو رہا ہے؟

ایسے موقع پر ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ یہی کہ یہ بیماری لاحق ہونا عقلاً ممکن ہے اور نشان دہی کرنے والا ماہر ڈاکٹر ہے تو لامحالہ اس کی بات پر یقین کرنا پڑے گا۔ البتہ اس ڈاکٹر کی قابلیت مشکوک ہو جائے تو پھر الگ بات ہے۔

دوسری مثال: خلیہ، فضا میں موجود گیس، بیماریاں، جراثیم اور بیکٹیریا وغیرہ کا مشاہدہ عام لوگ نہیں کر پاتے لیکن اس فن کے ماہر سائنس دانوں نے ان کے وجود کی خبر دی ہے، لہٰذا سب لوگ تسلیم کرتے ہیں (وہی دو اصول)۔

تیسری مثال: ہم نے تو نہیں دیکھا کہ زمین گول ہے لیکن ماہرین نے بتایا تو انھی دو اصولوں کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

چوتھی مثال: تمام ملحدین آئن سٹائن کے کہنے پر بلیک ہول کو مانتے ہیں سبب یہی دو اصول۔

پانچویں مثال: چاند پر قدم رکھنے کی خبر کس اصول کے مطابق سچی مانی گئی؟ یہی دو اصول۔

نتیجہ: یہی معاملہ ان حقائق کا ہے جو مذہب بیان کرتا ہے مثلاً وجود باری تعالیٰ، پل صراط، جنت، جہنم وغیرہ۔ یہ سب چیزیں عقلاً ممکن ہیں اور دلیل نقلی یعنی سچی خبر کے ذریعے ان کا اثبات ہو رہا ہے۔ لہٰذا ان پر یقین کیا جائے گا خواہ ہماری عقل میں نہ بھی آئیں۔ زیادہ سے زیادہ خبر دینے والے کی سچائی پر بحث ہو سکتی ہے اور کسی بھی نبی کی سچائی تو روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔

سوال: ہم ان ماہرین کی بات اس لیے مانتے ہیں کہ ان کا مشاہدہ اور تحقیق ہوتی ہے۔

جواب: انبیاء علیہم السلام نے جو ماورائے فہم باتیں بیان کی ہیں ان میں سے کئی کا مشاہدہ کیا ہے مثلاً جنت، جہنم، فرشتے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ سے کئی نبیوں نے بغیر واسطے کے گفتگو کی ہے جس سے وجود باری تعالیٰ کا ثبوت روزِ روشن کی طرح ملتا ہے کیوں کہ جو باتیں کرتا ہو اسے اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لیے دوسری کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔

لہٰذا اپنے اصول کے مطابق پھر انبیاء کی باتیں بھی تسلیم کیجیے۔ دور حاضر میں اس کی مثال خلائی مخلوق کی ہے، محض بعض لوگوں کے دعوے پر اس کو مانا جا رہا ہے حالانکہ کبھی کسی نے ملاقات نہیں کی، فقط یہی کہتے ہیں کہ وہ لوگ بتا رہے ہیں جو مل کر آئے ہیں۔

عقل اور وحی کا باہمی تعلق:

عقل کا وحی کے سامنے رتبہ خادم کا آقا کے سامنے والا ہے کیوں کہ یہ اشیاء کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتی، اس لیے یہ وحی کی محتاج ہے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عقل کا استعمال بالکل حرام ہے بلکہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عقل کے ذریعے نبی کی سچائی تو جانچ سکتے ہیں، لیکن صدق کے ثبوت کے بعد عقل، رسول کے تابع ہو جائے گی۔ وحی کے اوپر عقل ہرگز حاکم نہیں ہوگی لہذا اپنا کام کرنے کے بعد علیحدگی اختیار کر لے گی اور اپنے اصل مقام پر جا ٹھہرے گی۔

مثال اوّل: عقل کا وحی سے تعلق سمجھنے کے لیے آنکھ کا روشنی سے تعلق جاننا چاہیے۔ اگر اندھیرا ہو جائے گا تو آنکھ باوجود صحیح ہونے کے بہت سی چیزیں نہ دیکھ پائے گی۔

مثال ثانی: یہ انداز بھی ہے کہ جیسے سوئی اور دھاگے کا باہمی ربط ہے ویسے ہی عقل اور وحی کا ہے۔

سوئی سے جب کپڑا بن لیا گیا تو سوئی واپس اپنے مقام پر چلی جائے گی اب فائدہ کپڑے سے اٹھایا جائے گا۔

عقل اور وحی میں تعارض ہو تو کیا کریں؟

1. ان کا آپسی تعارض ہو ہی نہیں سکتا۔ وہاں ضرور فہم یا استدلال کا قصور ہوگا، جیسے کسی انسان کی نظر ٹھیک ہو، وہ تندرست بھی ہو، اس نے مغرب کی طرف جانا تھا لیکن چل پڑا مشرق کی جانب تو کیا اس کی نظر کا قصور ہو گا؟ ہرگز نہیں، وہاں کوئی دوسرا سبب تلاش کرنا پڑے گا۔

2. بالفرض اگر کسی کو حل سمجھ نہیں آ رہا تو پھر وحی ہی عقل پر حاکم ہوگی اس کا عکس نہیں، جیسا کہ ان کے تعلق سے بات واضح ہوئی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو سمجھانے کے لیے مثال دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عامی آدمی نے کسی مفتی کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ یہ بہت بڑا عالم دین ہے، اس کے پاس جاؤ اور مسئلہ دریافت کرو۔ کسی وجہ سے اس عامی کا اور مفتی کا آپس میں اختلاف ہو گیا یہ عامی جتنا مرضی شور کرے کہ میں نے اس مفتی کی جانب راہنمائی کی تھی،

میری بات مانو، اب اس کی نہ سنو تو ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے؟

ثبوت اور نظیر:

ملحدین کے سامنے جب معجزات انبیاء کی بات ہو تو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ بات وہ مانی جائے گی جس کی پہلے کوئی نظیر ہو۔

جواب: ❶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا کو دو حصوں میں تقسیم کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو دو ٹکڑے کرنا وغیرہ اس لیے مذکورہ اصول کے تحت ردّ کیے جاتے ہیں تو پھر دنیا میں چنگیز خاں سے پہلے بھی ایک چنگیز خاں ہونا چاہیے جس نے اس قدر ظلم کیا ہو۔

❷ دراصل کسی بھی دعوے کے ماننے کے وہی دو اصول ہیں جن کا ذکر ''معیار قبولیت'' کے تحت گزر چکا اور انبیاء کے دعاوی ان کے تحت سچے ثابت ہوتے ہیں۔

کیا مذہب ثابت کرنے کی چیز ہے:

مذہب کے خلاف دور جدید کا مقدمہ بیک وقت دو متضاد پہلوؤں کا حامل ہے۔ ایک طرف جدید ذہن کا کہنا ہے کہ مذہب چونکہ ایسے عقائد کے مجموعے کا نام ہے جس کا مظاہرہ (DEMONSTRATION) ممکن نہیں ہے، اس لیے وہ شخصی عقیدے کی چیز ہے، دوسروں سے اس کے ماننے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ دوسری طرف فلسفیوں اور سائنس دانوں کی ایک فوج یہ بھی کہہ رہی ہے کہ جدید دریافتوں نے مذہبی عقائد کو باطل ثابت کر دیا ہے۔

یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں کیوں کہ مذہب اگر ایسے دائرے کی چیز ہے جس کو دوسرے شخص کے سامنے علمی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا تو جس طرح اس کا ثابت کرنا ناممکن ہوگا، اسی طرح اس کا ردّ کرنا بھی ناممکن ہونا چاہیے۔ اس اعتبار سے دیکھیے تو دور جدید کے موقف کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم مذہب کو علمی طور پر مدلل کرنا چاہیں تو وہ کہیں گے تم فضول کوشش کر رہے ہو کیوں کہ مذہب ثابت کرنے کی چیز ہی نہیں۔ لیکن جب وہ خود مذہب کے خلاف دلیل قائم کرنا چاہیں تو مذہب ایک ایسے دائرے کی چیز بن جاتا ہے جہاں علمی دلائل

قائم کیے جا سکتے ہیں۔

اس تضاد کی وجہ حقیقتاً یہ نہیں ہے کہ مذہب واقعی ایسے دائرے سے تعلق رکھتا ہے جہاں دلائل قائم نہ کیے جا سکتے ہوں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخالفین مذہب یہ نہیں چاہتے کہ جس اصول استدلال کے تحت انھوں نے مذہب کا ردّ کرنا چاہا ہے، اسی اصول استدلال کو اہل مذاہب اس کے اثبات کے لیے استعمال کریں کیوں کہ اگر ایسا ہوا تو انھیں مذہب کی معقولیت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

مثال: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی عدالت میں سرکاری وکیل کا ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکومت اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ مقدمے کی وضاحت کے لیے وکیل ہونا چاہیے۔ مگر اس اصول کو جب ملزم استعمال کرنا چاہے تو حکومت اس کے مخالف ہو جاتی ہے کیوں کہ اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کا فائدہ کہیں ملزم کو نہ پہنچ جائے۔ [1]

عقل کے استعمال میں رکاوٹ بننے والی اشیاء:

اسلام نے حقیقتوں کی دریافت کے لیے عقل کے استعمال پر زور دیا ہے لیکن مخالفین کسی نہ کسی رکاوٹ کے سبب اس تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔ عقل پر پردہ ڈالنے والی اشیاء حسبِ ذیل ہیں:

(1) اندھی تقلید:

مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے پاس اپنے شرکیہ افعال کے لیے نہ کوئی عقلی دلیل تھی اور نہ اللہ کی طرف سے آنے والی کوئی نقلی دلیل، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احقاف (آیت نمبر ۴) میں انھیں چیلنج فرمایا کہ اللہ کی کسی کتاب میں سے کوئی نقلی دلیل تمھارے پاس ہے تو پیش کرو، چنانچہ جب انھیں کہا جاتا کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو جواب میں ان کے پاس ایک ہی دلیل تھی کہ تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد

---

[1] مذہب اور سائنس از مولانا وحید الدین خاں، ص: ۱۲، ۱۳، طبع مکتبہ قاسم العلوم۔

کو پایا ہے۔ وہ ہم سے زیادہ عقل مند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کے آباء واجداد کوکسی بات کی عقل نہ ہو مثلاً انھوں نے خسارے کی تجارت کی ہو یا غلط راستے پر چلتے رہے ہوں تو کیا تم اندھے بن کر انھی کے پیچھے چلتے رہو گے؟ نہیں بلکہ خود عقل سے کام لو اور سیدھے راستے پر چلو جو صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔ [1]

اس کے لیے حسب ذیل قرآنی آیات دیکھیں:

1 .... ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۷۰﴾

[البقرة: ۱۷۰]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

2 .... ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴﴾ [المائدة: ۱۰٤]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں: ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

2 ظن مذموم:

کسی وجہ سے دل میں ایک خیال آ کر ٹھہر گیا مگر اس کی دلیل کوئی نہیں۔ سو اس کے

[1] تفسیر القرآن الکریم از حافظ عبدالسلام بھٹوی رحمہ اللہ: ۱/ ۱۳۸ طبع دارالاندلس لاہور۔

ہونے یا نہ ہونے کا امکان برابر ہوتا ہے، اس کو شک کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر اس کے ہونے کا امکان نہ ہونے کے مقابلے میں کم ہو تو اس ظن کو وہم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح یقین کے مقابلے میں خیال بھی ظن ہے۔ ظن کی یہ مذموم صورتیں ہیں۔ بعض لوگ محض اسی کو بنیاد بنا کر اپنے نظریے پر اڑے ہوتے ہیں اور عقل کے استعمال کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

1 .... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿27﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ﴿28﴾﴾ [النجم: ۲۷، ۲۸]

”بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقینا وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔ حالانکہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔“

2 .... ﴿وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿36﴾﴾ [یونس: ٣٦]

”اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی، بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

3 .... ﴿وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿66﴾﴾ [یونس: ٦٦]

”اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں

کر رہے وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

6 ....﴿ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ﴾ [النساء: ۱۵۷]

''انھیں اس (تصلیب مسیح) کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں۔''

7 .... ﴿ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ ﴾ [الأنعام: ۱۴۸]

''کہہ (اے نبی ﷺ!): کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

ظن مذموم بہت سے حقائق سے روگردانی کا سبب بنتا ہے اس لیے اسلام نے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾

[الحجرات: ۱۲]

''اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔''

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام قطعاً یہ پسند نہیں کرتا کہ عقلوں پر فہم و شعور سے محرومی کی تختی سجالی جائے۔

3 ہوائے نفس:

جو انسان ہوائے نفس کے پیچھے بھاگتا ہے وہ بھی عقل کا استعمال نہیں کر پاتا اور حق کو جانتے ہوئے بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں یہ بات حسب ذیل آیات میں یوں آئی ہے:

1 .... ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا

تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [ص: ٢٦]

''اے داود! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سوتو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔''

2 .... ﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الأنعام: ١١٩]

''اور بے شک بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ساتھ کچھ جانے بغیر یقینا گمراہ کرتے ہیں۔''

3 .... ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾

[القصص: ٥٠]

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔''

4 .... ﴿وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ [المائدة: ٤٨]

''اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔''

وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل

وجودِ باری تعالیٰ:

عدم کے مقابلے میں وجود بولا جاتا ہے یعنی کسی چیز کا ہونا، اور وجود باری تعالیٰ کا مطلب قائم بالذات (جو اپنے وجود اور قیام پر کسی کا محتاج نہیں) ہے۔ قرآن مجید نے اس کو ''اللہ الصمد'' کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

سوال: قرآن مجید میں توحید الوہیت اور توحید الاسماء والصفات پر جس طرح تفصیل ملتی ہے وجود باری تعالیٰ پر اس طرح گفتگو نہیں کی گئی، آخر کیوں؟

جواب 1 ...... اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت فطری ہے اس لیے تفصیل کی ضرورت نہیں اور جن لوگوں نے وجود باری تعالیٰ کا انکار کیا ہے انھوں نے اپنی فطرت خراب کر لی ہے۔

2 ...... جو کلام کر رہا ہو اس کو اپنا وجود ثابت کرنے کے لیے کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں اور قرآن مجید کلام الٰہی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے بھی گفتگو کی ہے، لہٰذا وجود باری تعالیٰ بدیہی چیز ہے، اس لیے مفصل گفتگو نہیں کی گئی۔

3 ......توحید الوہیت اور معاد وغیرہ کے دلائل کے تحت ضمنی طور پر وجود باری تعالیٰ خودبخود آ جاتا ہے۔

4 ...... نجات محض اللہ تعالیٰ کے ہونے پر یقین رکھنے سے نہیں، یہ تو ابلیس اور مشرکین کے پاس بھی ہے، جب کہ قرآن مجید تو انسانوں کو نجات کا راستہ دکھانے کے لیے ہے، اس لیے الگ طور پر اس کو موضوعِ سخن نہیں بنایا گیا۔

پہلی دلیل

فطرت:

ہر انسان ایسی صفت پر پیدا ہوتا ہے جو اقرار کرتی ہے کہ اس کا خالق اور مدبر ہے اور وہی اس کا معبود ہے۔

یہ فطرت کہلاتی ہے اور یہ معرفت اجمالی ہے۔ تفصیل کے لیے وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآنی دلائل:

1 ...... ﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ﴿172﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ
قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿173﴾﴾

[الأعراف: ۱۷۲، ۱۷۳]

’’اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! ہم نے شہادت دی (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو: بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟‘‘

ہمارے شیخ واستاذ حافظ عبدالسلام بن محمد رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ یہ جانے کہ میرا

ایک رب ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے روزی دیتا ہے اور یہ بات جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی اولاد کو نسلاً بعد نسل پیدا کرتا ہے اور بنی آدم میں سے کسی کی پشت سے اس کا نطفہ جدا کر کے ماں کے رحم میں اس کی اولاد پیدا کرتا ہے، اسی وقت اس کی اولاد کی فطرت میں رکھ کر اس کے نفس اور اس کی ذات میں اپنے رب ہونے کے اتنے دلائل رکھ دیتا ہے گویا خود اسے اپنے آپ پر گواہ بنا دیتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے۔ گویا وہ پیدا ہی اسلام پر ہوتا ہے۔ ایک بوند جو جونک بنی، پھر مضغہ بنی، پھر ہڈیاں، پھر کامل اعضاء والا جان دار انسان۔ یہ اور بے شمار نشانیاں خود اس کی ذات اور کائنات میں اس بات کی کافی شہادت ہیں کہ اس کا ایک رب ہے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

[حم السجدة: ٥٣]

''عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾﴾

[الذاريات: ٢٠، ٢١]

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں اور تمھارے نفسوں میں بھی تو کیا تم نہیں دیکھتے؟''

اور شہادت ضروری نہیں زبان ہی سے ہو، قرآن مجید کے مطابق حالت کی بھی شہادت

ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ﴾ [التوبة: ١٧]

''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ۶ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ۷﴾ [العاديات: ٦، ٧]

''بے شک انسان اپنے رب کا یقینا بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقینا (خود) گواہ ہے۔''

معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت ہی توحید ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

((كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه.)) [2]

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

سوال: اگر انسان کی فطرت ہی توحید ہے تو انبیاء کے بھیجنے کا مقصد کیا رہ جاتا ہے؟

جواب: اس فطرت پر توجہ دلانا اور سمجھانا، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ بے حد و بے حساب کرم ہے کہ انسان کی فطرت توحید ہونے کے باوجود رسولوں اور انبیاء کے ذریعے حق واضح کیے بغیر عذاب نہیں دیتا۔

---

[1] تفسیر القرآن الکریم: ۱/ ۷۰۰، طبع دارالاندلس، لاہور۔

[2] صحيح البخاري، رقم: ١٣٨٥۔

قرآن مجید میں اس کو یوں بیان کیا گیا:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [بني إسرائيل: ١٥]

”اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“

مثال: اس کو یوں سمجھیے کہ دیکھنے کے لیے آنکھ میں نور ہونا بھی ضروری ہے اور سورج، چاند یا کسی اور چیز کے ذریعے سے روشنی ہونا بھی ضروری ہے۔ آنکھ میں روشنی نہ ہو یا باہر روشنی نہ ہو تو نظر نہیں آتا، فطرت میں رکھی ہوئی عقل اور کائنات کے دلائل رب کی پہچان کے لیے آنکھ کے نور کی طرح ہیں اور پیغمبر سورج اور چاند کی طرح اس کے لیے دلائل کو روشن کر کے سمجھانے والے ہیں۔[1]

ملحدین کا سوال:

جب ہم غیر مسلموں کا انجام جہنم بتاتے ہیں تو ملحدین و دیگر مخالفین اسلام یہ سوال داغتے ہیں کہ اچھا بتاؤ پھر وہ لوگ جن تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا اور اسی حالت میں مر گئے ان کا انجام کیا ہوگا؟

جواب: مذکورہ تفصیل سے اس کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیوں کہ ان کے پاس تو پیغام پہنچانے والا آیا ہی نہیں۔

قرآن مجید نے مزید وضاحت یوں فرمائی:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝﴾ [الزمر: ٧١، ٧٢]

---

[1] ماخوذ از تفسير القرآن الكريم: ٧٠١/١.

’’اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں! اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانا ہے۔‘‘

دوسرے مقام پر ہے:

﴿كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹﴾ [الملك: ۸، ۹]

’’جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! یقینا ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔‘‘

معلوم ہوا کہ ان کفار کا ٹھکانا جہنم ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا اور پیغام پہنچانے والا آیا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا لہٰذا درج بالا صورتِ حال میں ان کو عذاب نہیں دے گا، بلکہ روزِ قیامت ان کا امتحان لیا جائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی بات مان لی اور پاس ہوا وہ جنت میں اور جو ناکام ہو گیا وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن چار طرح کے لوگ حجت پکڑیں گے:

1 ...... بہرا

2 ...... احمق

3 ...... بوڑھا

4 ...... زمانہ فترت (وہ زمانہ جس میں نبی موجود نہیں) میں مرنے والا۔

بہرا کہے گا: میرے رب جب اسلام آیا تو میں کچھ بھی سن نہیں سکتا تھا۔ احمق کہے گا: میرے اللہ جب اسلام آیا تو بچے مجھے مینگنیاں مارا کرتے تھے (یعنی مجھے کسی چیز کی ہوش نہ تھی)۔ بوڑھا کہے گا: میرے خدایا: جب اسلام آیا تو (بڑھاپے کی وجہ سے) میں کسی چیز کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ زمانہ فترت میں فوت ہونے والا کہے گا: یا اللہ! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سب سے اپنی پیروی و اطاعت کا پختہ وعدہ لے گا تو پھر ان کی جانب پیغام بھیجے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو داخل ہو گا آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گی اور جو داخل نہ ہو گا اس کو گھسیٹ کر اس میں ڈال دیا جائے گا۔ [1]

2 ...... ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴾ [الروم: ۳۰]

"پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ اللہ کی اس فطرت کے مطابق جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

---

1 مسند احمد، رقم: ۱۶۳۴۴۔ الجامع الصغیر، حدیث: ۸۸۱ میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، الفاظ اسی کے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر بچے کی فطرت پر پیدائش ہونے والے مذکورہ فرمان کے بعد یہی آیت تلاوت کی۔ [1]

آج بھی اگر انسان کو اس کی طبعی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور بیرونی اثرات سے اس کے دل و دماغ کو محفوظ رکھا جائے تو وہ اپنے خالق ہی کا اقرار کرے گا اور یہی فطرت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

''میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء (ایک اللہ کے ہو جانے والے) پیدا کیا ہے اور ہوا یہ کہ ان کے پاس شیاطین آئے اور انھوں نے ان کو ان کے دین سے پھیر دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور شیطانوں نے ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنائیں جن کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔'' [2]

3 ...... ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۛ۬ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ [إبراهيم: ٩، ١٠]

''کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، نوح کی قوم کی (خبر) اور عاد اور ثمود کی اور ان کی جو ان کے بعد تھے، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مُنھوں میں لوٹا لیے اور انھوں نے کہا بے شک ہم اسے نہیں

---

[1] صحيح بخاري، حديث: ٤٧٧٥.

[2] صحيح مسلم، حديث: ٢٨٦٥.

مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اور بے شک ہم تو اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو، ایک بے چین رکھنے والے شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟''

انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کے سامنے دو دلیلیں رکھیں:

(اول) فطرت:...... یعنی رسولوں نے ان کی فطرت کو جھنجھوڑا کہ اگر تم دعوت توحید میں شک کر رہے ہو تو گویا وجود باری تعالیٰ میں تردّد ہے اور وہ ہو نہیں سکتا لہٰذا پھر کیسے دعوت توحید میں شک کر سکتے ہو؟

(دوم) عقل:...... اللہ تعالیٰ کے وجود میں کیسے شک ہوسکتا ہے حالانکہ اسی نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور ہر کوئی سمجھتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز حتیٰ کہ سوئی یا کوئی کھلونا بھی بنانے والے کے بغیر نہیں بنتا تو اتنی عظیم کائنات خود بہ خود کیسے بن سکتی ہے؟ تو جیسے یہ تخلیق اس کے خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح اس کے اکیلے ہونے کی بھی دلیل ہے۔ (اس پر تفصیلی روشنی آگے ڈالی جائے گی، ان شاء اللہ)

4 ...... قرآن مجید میں جا بہ جا مشرکین کو توحید ربوبیت کے دلائل کی طرف توجہ دلا کر توحید الوہیت ثابت کی گئی ہے، یہ بھی درحقیقت ان کی فطرت کو اُجاگر کر کے اس کو پہچاننے کی دعوت دی گئی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿60﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

يَعۡلَمُوۡنَ ﴿61﴾ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ يَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ
الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿62﴾ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ
وَالۡبَحۡرِ وَ مَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى
اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿63﴾ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿64﴾

[النمل: ٦٠-٦٤]

”(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔ (کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنادی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ: لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

حسب ذیل آیات کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں:

سورۂ یونس، آیت: ۳۱، ۳۲، سورۂ عنکبوت، آیت: ۶۱ - ۶۳، سورۂ زخرف، آیت: ۸۷۔

سوال: وجود باری تعالیٰ اگر انسانی فطرت میں ہے تو پھر اس کا انکار نہیں ہونا چاہیے جب کہ خارج میں بہت سے لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے منکر ہیں۔

جواب: کسی چیز کا فطرت میں ہونا اور پھر اس کو قائم رکھنا یہ الگ الگ ہے۔ انسان کو اسے قائم رکھنے میں اختیار ہے۔ اس کو ہر بچے کے فطرت پر پیدا ہونے والی حدیث مبارک میں ''پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس بات کو چند مثالوں سے سمجھتے ہیں:

اول:...... حیا انسانی فطرت ہے اسی لیے پانچ سال بلکہ اس سے بھی کم عمر کے بچے حیا والے ہوتے ہیں اور کسی کے سامنے ننگا ہونا معیوب خیال کرتے ہیں، لیکن یہی لڑکے اور لڑکیاں اگر پچیس تیس سال کے ہو کر فطرت خراب کر لیں اور اعضائے ستر چھپے ہوں یا ننگے انھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حیا کا فطرت سے کوئی تعلق نہیں؟

دوم:...... پہلی دفعہ شراب پینے والے کو قے آئے گی لیکن اگر وہ بضد رہے اور بار بار اسے پینے کی کوشش کرے تو قے نہیں آئے گی، بلکہ اب اس کو سرور آنا شروع ہو جائے گا کیوں کہ اس نے فطرت کو خراب کر لیا ہے۔

سوم:...... خدا تعالیٰ سے تعلق اگر فطرت میں نہ ہوتا تو انسان کبھی اس سے تعلق نہ قائم کرتا جیسے انسان کی فطرت میں کانٹے دار جھاڑیاں کھانا نہیں رکھا گیا، وہ کھاتا بھی نہیں اور کوشش بھی نہیں کرتا لیکن کیا وجہ ہے کہ ہر زمانے میں انسانوں کی اکثریت خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، بہت کم لوگ خدا کے منکر ہوئے اور یہ بھی جب ہدایت پا لیتے ہیں تو تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ اگر فطرت میں نہ ہوتا تو الحاد کو خیر باد کہنے کے باوجود تعلق توڑ کر ہی رکھتے، جیسا کہ

کانٹے دار جھاڑیاں انسان کبھی نہیں کھاتا۔

معلوم ہوا کہ انسان کی غلط راہنمائی اس کی فطرت پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ اس کو خراب کر بیٹھتا ہے، اس لیے خارج میں ہمیں منکرین خدا نظر آتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی آمد کا مقصد یہی ہے کہ انسانوں کی ایسی خراب فطرت کو درست نہج پر لا سکیں۔

5 ...... جب ہر طرح کے وسائل اور تمام تر ٹیکنالوجی جواب دے جائے، ہر طرف سے مصیبت آتی نظر آئے تو انسان کی فطرت جاگ اٹھتی ہے اور بے ساختہ کسی بڑی ہستی کے سامنے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ﴾ [الزمر: ۸]

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔“

اور جب کرشمہ ہو جاتا ہے تو تمام تر مادی وسائل کا انکار کر کے کسی نادیدہ ہستی کے سر سہرا سجاتا ہے۔

الحاد سے اسلام تک کا سفر کرنے والے کئی لوگوں کی بنیاد یہی فطرت جاگنا ہی بنا ہے، بلکہ بڑے بڑے ملحدین بھی اس سے بھاگ نہیں سکے۔

پہلا واقعہ:

مولانا وحید الدین خاں اپنی کتاب ”خدا کی دریافت“ (ص ۲۳۳) میں رقم طراز ہیں:

”اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ روسی ڈکٹیٹر مارشل اسٹالن (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۶۴ء) کا ہے اسٹالن خدا کا منکر تھا، مگر اس کی زندگی میں ایسے واقعات ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ مشکل اوقات میں وہ بے اختیار خدا کو یاد کرنے لگتا تھا، ونسٹن چرچل (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۶۵ء) نے دوسری جنگ عظیم کے موقع پر اگست ۱۹۴۲ء میں ماسکو کا سفر کیا تا کہ ہٹلر کے خلاف دوسرا محاذ (سیکنڈ فرنٹ) قائم کرنے کے

لیے روسی لیڈروں سے گفتگو کرے۔ چرچل نے اس سلسلے میں اتحادیوں کا فوجی منصوبہ اسٹالن کے سامنے رکھا جس کا خفیہ نام ٹارچ (TORCH) رکھا گیا تھا۔ اسٹالن چونکہ خود بھی ہٹلر کی بڑھتی ہوئی یلغار سے خائف تھا اس نے اس فوجی منصوبے میں گہری دلچسپی لی۔ چرچل کا بیان ہے کہ منصوبے کی تشریح کے ایک خاص مرحلے پر جب اسٹالن کی دلچسپیاں اس سے بہت بڑھ چکی تھیں اس کی زبان سے نکلا: خدا اس منصوبے کو کامیاب کرے۔(May God Prosper this undertaking)۔"

(Winston's Churchill: The second world war, (Abridgement) Cassell & company, London, 1965, P. 603)

دوسرا واقعہ:

بہت بڑے ملحد برٹرینڈ رسل (۱۸۷۲ء-۱۹۷۰ء) کا قصہ ہے، برٹرینڈ رسل ۱۹۵۲ء میں یونان گیا۔ اس سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ یہ یونان کا میرا پہلا سفر تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا وہ میرے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھا۔ ایک پہلو سے تو مجھے خود تعجب ہوا، وہ عظیم اور ٹھوس کامیابیاں جن کو دیکھ کر ہر شخص متاثر ہوتا ہے میں بھی متاثر ہوا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے چرچ میں پایا۔ یہ اس وقت کی یادگار تھا جب یونان بازنطینی سلطنت کا حصہ تھا، مجھے سخت حیرانی ہوئی جب میں نے دیکھا کہ اس سے میں نے اپنے آپ کو اس سے زیادہ مانوس پایا جتنا کہ میں یونان کی قبل مسیح دور کی یادگاروں سے متاثر ہوا تھا۔ میں نے اس وقت محسوس کیا کہ مسیحی نقطہ نظر میرے اوپر اس سے زیادہ غالب ہے جتنا کہ میں نے سمجھا تھا۔ یہ غلبہ میرے عقائد پر نہیں تھا بلکہ میرے احساسات پر تھا۔

مولانا وحید الدین خاں آگے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ الفاظ اس شخص کے ہیں جس کی ملحدانہ کتابوں میں سے ایک کتاب وہ ہے جس کا نام ہے: "میں عیسائی کیوں نہیں؟" (Why I am not a Christan)

حقیقت یہ ہے کہ برٹرینڈرسل کے یہ الفاظ اس کی فطرت کی پکار ہیں، ہر انسان کی فطرت میں خدا اور مذہب کا شعور ابدی طور پر پیوست ہے، وہ چاہے بھی تو اس کو اپنے اندر سے نکال نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ملحد اور منکر بھی اندر سے اپنے الحاد وانکار پر غیر مطمئن رہتے ہیں۔ وہ خاص لمحات میں بے تابانہ طور پر اسی چیز کی طرف دوڑ پڑتے ہیں جس کا بظاہر وہ اپنی زبان سے انکار کر رہے تھے۔'' [1]

[1] خدا کی دریافت، ص: ۲۳۷۔

دوسری دلیل

مخلوق کی دلالت خالق پر:

کائنات کا ایک ایک ذرہ وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ ہر مخلوق ہی قدرت الٰہی کی نشانی ہے۔

موبائل کا میٹریل تو زمین پر شروع ہی سے بکھرا پڑا تھا لیکن یہ خود بہ خود نہیں بن سکا، کسی نے اسے بنایا تو یہ معرضِ وجود میں آیا۔

اینٹ، ریت، بجری، پانی اور سریا کسی بھی مقام پر صدیوں تک رکھ دیں اپنے آپ عمارت نہیں بنے گی، معمار بنائے گا تو عمارت سامنے آئے گی۔

اندھیرے میں کسی چھوٹے سے بچے کو چپت لگے تو وہ یہی سمجھے گا یہ خودبخود نہیں لگی، کسی نے مجھے مارا ہے۔ لیکن ملحدین کی عقل شاید اس بچے سے بھی کم ہے کہ اتنی بڑی کائنات اور اتنی زیادہ مخلوقات دیکھ کر بھی اس کے خالق کو نہیں مانتے۔

کسی بدو سے پوچھا گیا:

"ما الدليل على وجود الرب تعالى؟"

"رب تعالیٰ کے وجود کی دلیل کیا ہے؟"

تو اس نے سبحان اللہ پڑھتے ہوئے جواب دیا: مینگنی جانور پر اور قدم کے نشانات چلنے والے پر دلالت کرتے ہیں تو کیا برجوں والا آسمان، راستوں والی زمین، لہریں اٹھاتا سمندر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت نہیں کرتے؟ [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۰۶۔

دلائل:

قرآن مجید نے اس بدیہی امر کی جانب حسب ذیل الفاظ میں راہنمائی فرمائی:

1 ...... ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾[الأنعام: ١٦٤]

”کہہ: کیا میں اللہ کے سوا کوئی رب تلاش کروں، حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔“

2 ...... ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①﴾[الفاتحة: ١]

”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

لفظ رب ملکیت، قدرت و تدبیر کو متضمن ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب وہ ہر چیز کا خالق ہو۔

3 ...... ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾[الزمر: ٦٢]

”اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔“

4 ...... ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (54)﴾[الأعراف: ٥٤]

”پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

5 ...... ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③﴾[يونس: ٣]

”بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

عربی کا کیسا عمدہ شعر ہے

و في كل شيء له آية
تدل على أنه واحد

''ہر چیز میں اس (خدا) کی نشانی ہے جو بتاتی ہے کہ وہ (خدا) اکیلا ہے۔''

اس کی تعبیر یوں کی گئی: اللہ تک پہنچنے کے اتنے ہی راستے ہیں جتنی مخلوقات۔

6 ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر مخلوقات کو بطور دلیل پیش کیا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ۝۲۵۸ ﴾ [البقرة: ۲۵۸]

''کیا تُو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، اس لیے کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں، ابراہیم نے کہا پھر اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے، پس تو اسے مغرب سے لے آ تو وہ جس نے کفر کیا تھا حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے جب اس شخص نے خود کو پیدا کرنے اور مارنے والا کہا تو اس دعوے پر دوسری دلیل کی بنیاد رکھی کہ جب تم میں اتنی قوت ہے تو ایک معمولی سا کام کر کے دکھاؤ، یہ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے جب سارا اختیار تمھارے پاس ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا دو، اس پر وہ بے ایمان حیرت زدہ ہو کر بالکل

لاجواب ہو گیا۔ [1]

7 ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو فرعون کے ساتھ ہوئی، اس نے ایک سوال یہ پوچھا:

﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿49﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿50﴾﴾

[طه: ٤٩، ٥٠]

"تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔"

دوسرے مقام پر ہے:

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿23﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿24﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿25﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿26﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿27﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿28﴾﴾ [الشعراء: ٢٨-٢٣]

"فرعون نے کہا اور رب العالمین کیا چیز ہے؟ کہا (موسیٰ نے) جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس (فرعون) نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے، کیا تم سنتے نہیں؟ کہا (موسیٰ نے) جو تمھارا رب اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ کہا (فرعون نے) یقیناً تمھارا یہ پیغمبر، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔ اس (موسیٰ) نے کہا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم سمجھتے ہو۔"

عالَم (لام پر فتحہ) کی وجہ تسمیہ:

عربی زبان میں ہر مخلوق کو عالَم (لام پر فتحہ) کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے عالَم کا معنی

[1] ملخص از تفسیر القرآن الکریم: ۱/۲۱۲۔

ما يُعْلَمُ به الشيء ہے یعنی جس کے ذریعے کسی کا علم ہو اور چونکہ مخلوق کے ذریعے خالق کا علم ہوتا ہے اس لیے ہر مخلوق کو عالَم کہا جاتا ہے۔ [1]

خلاصہ:

قرآن مجید نے ان مخلوقات کو دو گروپوں میں تقسیم کیا: (اول) آسمانوں و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے۔ (دوم) انسان کی تخلیق۔

(الف)...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

[حم السجدة: ٥٣]

"عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقینا یہی حق ہے۔"

(ب)...... ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾

[الشوریٰ: ٢٩]

"اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جان دار پھیلا دیے ہیں۔"

(ج)...... ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿35﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿36﴾﴾ [الطور: ٣٥، ٣٦]

"یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔"

[1] التوقيف على مهمات التعاريف للمناوي.

تیسری دلیل

اہتمام اور مہارت (دلیل العنایۃ والاتقان):

یہ دنیا جس ترتیب اور مہارت سے بنی انسانی زندگی کے لیے نہایت موزوں ہے۔ یہاں ہر وہ چیز موجود ہے جو انسان کے لیے زندگی گزارنے میں ممدومعاون ہے۔ دیگر سیارے جہاں زندگی کے آثار نہیں ملے وہاں ایسی معاون اشیاء بھی سامنے نہیں آئیں۔

آپ زمین کو دیکھ لیں، اگر پہاڑ نہ ہوتے تو بیلنس خراب رہتا۔ آسمان پر سورج، چاند، تارے نہ ہوتے تو حساب وکتاب کیسے ہوتا؟ راستے کیسے مل پاتے؟ سمندر کا پانی نمکین نہ ہوتا تو خراب ہونے کے سبب انسانی زندگی ختم ہو جاتی۔ اگر سمندر میں لہریں نہ اٹھیں تو نمکیات نیچے بیٹھ جانے کے سبب بھی انسانی زندگی ختم ہو جاتی۔ یہی پانی جب بخارات کے ذریعے اوپر جاتا ہے تو فلٹر ہو کر برستا ہے اور یہی پینے کے قابل ہو جاتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو انسان کے لیے پانی کہاں سے آئے گا؟

خوراک کو دیکھ لیں، انسانی ضروریات زندگی کے تمام لوازمات ملیں گے۔ انسانی بیماریوں کا علاج بھی اسی زمین پر موجود ہے۔ گوشت خور جانور سبزی خور جانور اور انسان جو کہ دونوں چیزیں کھا اور ہضم کر لیتا ہے، ان کے دانتوں کی بناوٹ کو ملاحظہ کر لیں۔

ہاتھ کی انگلیاں اگر برابر ہوتیں تو چیزوں کو کیسے پکڑا جاتا؟ ناک اگر ماتھے پر ہوتی تو انسان کیسا لگتا؟

یہ اور اس طرح کی دیگر چیزیں خالق کے وجود پر دلالت نہیں کرتیں؟ اور کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کائنات کا بنانے والا بہت بڑا ماہر ہے۔

ڈی این اے کوڈنگ بغیر کسی ذہین دماغ کے تشکیل ہو ہی نہیں سکتی۔ آکسیجن سانس لینے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے بغیر زندگی ختم تھی۔ نہ پانی ہوتا، نہ بارش ہوتی اور نہ خوراک پیدا ہوتی۔ کائنات کا درجہ حرارت دیکھ لیں، زمین میں اتنا ہی ہے جتنا انسان کی برداشت میں ہے۔ دوسروں سیاروں سے زمین کے فاصلے پر غور کریں، کم یا زیادہ ہوتا تو زندگی الٹ پلٹ جاتی۔

یہ اور اس طرح کے دیگر معاملات، نظام کائنات چلانے میں کس قدر موزوں ہیں۔ یہ کیسے ہو گیا؟ صرف اتفاق قرار دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟!

سر جیمز جینز نے ۱۹۳۲ء میں کہا تھا: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا نقشہ ایک خالص ریاضی دان نے تیار کیا ہے۔[1]

امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا:

"مال ودولت اور رزق کی کشادگی وتنگی میں انسانوں کا فرق روزمرہ کا مشاہدہ ہے، اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔ عقل یا بے عقلی تو وجہ نہیں کیوں کہ بہت سے عقل مند اور قوی نہایت تنگ دستی کی زندگی گزار رہے ہیں اور دوسری طرف بہت سے بیمار، کمزور اور بے عقل تونگری میں ہیں، کوئی تو ہے جو یہ فرق رکھنا چاہتا ہے کیوں کہ سب انسانوں کا ایک حالت میں ہونا نظام کائنات کو معطل وتباہ کر کے رکھ دے گا۔ ستاروں وسیاروں کی گردش بھی اس فرق کا سبب نہیں ہوسکتی کیوں کہ ایک ہی وقت میں غریب، فقیر، بادشاہ، حیوانات وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، پھر یہ فرق کیوں؟

اب اس کا سبب ڈھونڈیں، کیا ملے گا؟ آخر کار اس کائنات کا خالق ماننا پڑے گا جو علیم وحکیم ہونے کے ساتھ ساتھ قادر مطلق بھی ہے۔"[2]

---

[1] خدا کی دریافت از مولانا وحید الدین خاں، ص: ۱۵۴۔

[2] مفاتیح الغیب، یعنی تفسیر رازی: ۲۶/۲۸۹۔

قرآن مجید نے اس کی جانب یوں اشارہ کیا:

﴿اَوَ لَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾[الزمر: ۵۲]

''اور کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

قرآنی دلائل:

1 ...... ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۝ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾

[النبأ: ٦-١٦]

''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔ اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم چراغ بنایا۔ اور ہم نے بدلیوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔ اور گھنے باغات۔''

2 ... ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا

بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿7﴾ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ
لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿8﴾ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا
جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿9﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ
مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿10﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ
وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿11﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿12﴾ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي
الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿13﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ
الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ
وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿14﴾ وَ اَلْقٰى
فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿15﴾
وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿16﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿17﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿18﴾

[النحل: ٤۔١٨]

’’اس نے انسان کو ایک قطرے سے پیدا کیا، پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور

خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔ اور سیدھا راستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے اور ان میں سے کچھ (راستے) ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اس نے تمھاری خاطر رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ اس نے تمھارے لیے زمین میں پھیلا دیا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو اور تُو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے، بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

3 ...... ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ

تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰى مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝۳ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيۡرٌ ۝۴ وَ لَقَدۡ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ وَ جَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّيٰطِيۡنِ وَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِيۡرِ ۝۵﴾

[الملك: ٣-٥]

''وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے، رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا، پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

4 ...... ﴿وَ خَلَقَ كُلَّ شَيۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا ۝۲﴾[الفرقان: ٢]

''اور اس (اللہ تعالیٰ) نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔''

5 ...... ﴿صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِيۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَيۡءٍ ؕ﴾[النمل: ٨٨]

''اس اللہ کی کاری گری سے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔''

6 ...... ﴿اِنَّا كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹﴾[القمر: ٤٩]

''جو بھی چیز ہے، بے شک ہم نے ہی اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔''

7 ...... ﴿الَّذِيۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَ الَّذِيۡ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳﴾[الأعلى: ٢، ٣]

''وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔''

8 . . . ﴿الَّذِيۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقَهٗ﴾[السجدة: ٧]

''وہ (اللہ) جس جو چیز پیدا کی خوب صورت پیدا کی۔''

9 ...... ﴿وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ﴿37﴾
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿38﴾ؕ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ
مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿39﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ
الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾﴾ [يس: ٣٦- ٤٠]

''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

10 ...... ﴿وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿19﴾ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿20﴾ وَ اِنْ
مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ٝ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿21﴾﴾

[الحجر: ١٩-٢١]

''اور زمین، ہم نے اسے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ رکھے اور اس میں ہر نپی تلی چیز اگائی۔ اور ہم نے تمھارے لیے اس میں روزیاں بنائی ہیں اور ان کے لیے بھی جنھیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں۔ اور کوئی بھی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے کئی خزانے ہیں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔''

11 ...... ﴿وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖۗ﴾

[المؤمنون: ١٨]

’’اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا۔‘‘

حدیث مبارکہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"((ما من عام أمطر من عام ولكن اللّٰه يصرفه حيث يشاء۔)) ثم قرأ: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا﴾ [الفرقان: ٥٠]۔" [1]

’’کوئی سال ایسا نہیں جس میں دوسرے کسی سال کی نسبت بارش زیادہ ہوتی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے بارش میں کمی بیشی کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور بلاشبہ یقینا ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بھیجا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

[1] مستدرك حاكم: ٢/٤٠٣، رقم: ٣٥٢٠، السلسلة الصحيحة، رقم: ٢٤٦١۔

دلیل چہارم

نبوت کے دلائل:

انبیائے کرام علیہم السلام اپنے دعوے کی سچائی پر جن دلائل کو پیش کرتے ہیں، ان کے ذریعے وجود باری تعالیٰ بھی ثابت ہوتا ہے۔

نبوت کے یہ دلائل کئی طرح کے ہیں:

1 معجزات:

وہ خارق عادت امر جو کسی نبی سے سرزد ہو، معجزہ کہلاتا ہے۔

اس سے جہاں نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہے وہاں یہ خالق کائنات کے وجود پر بھی دلیل ہے کیوں کہ کائنات کے نظام سے ہٹ کر کسی ایسے معاملے کا اظہار وہی کرسکتا ہے جو اس کا مالک، خالق اور چلانے والا ہے۔ مثلاً: حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور اپنی قوم کے مطالبے پر پتھر سے اونٹنی نکالنے کا معجزہ دکھایا۔ پتھر سے جانور کا پیدا ہونا سراسر نظامِ کائنات کے خلاف معاملہ ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء سے معجزات کا ظہور ہوا۔ اس کا اظہار وہی ذات کرسکتی ہے جو نظامِ کائنات کی مالک اور خالق ہے۔

اسی دلیل کو اگر دوسرے انداز سے لیں تو پھر بھی وجودِ باری تعالیٰ ثابت ہوتا ہے، وہ یوں کہ جب معجزے سے نبی کی نبوت سچی ہوئی تو جو کچھ نبی بتائے گا، وہ سچ ہی ہوگا اور تمام انبیاء خالقِ کائنات کا وجود بتاتے ہیں۔

اگر کوئی معجزے کو وجودِ باری تعالیٰ کی دلیل ماننے سے انکاری ہو تو اس کو کہا جائے گا کہ پھر تم نظامِ کائنات سے ہٹ کر کوئی معجزہ دکھا دو۔

اگر وہ جادو سے کام لے تو وہ معجزہ ہرگز نہیں کیوں کہ اس میں چیز کی حقیقت نہیں بدلتی بلکہ نظر کو دھوکے میں ڈالا جاتا ہے جبکہ معجزے میں چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے۔

اگر کوئی ملحد یہ کہہ دے کہ یہ خارق عادت امور ہوتے ہی نہیں تو یہ سراسر اس کا تعصب اور حقیقت سے مُنھ چھپانا ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام سے معجزات سرزد ہونے کے عینی گواہ ان کے زمانے کے لوگ تھے، ان میں سے جو پھر بھی ضد اور عناد میں پڑے رہے انھیں ملیامیٹ کر دیا گیا، ان کی بستیاں آج بھی عبرت کی علامت بنی پڑی ہیں اور یہ تاریخی حقیقت تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

قرآنی دلیل:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) معجزات دیے گئے، انھوں نے ان کو خالقِ کائنات کے وجود کی دلیل کے طور پر پیش کیا:

﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۝۱۰۱ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ﴾[الإسراء: ۱۰۱، ۱۰۲]

’’اور بلاشبہ یقینا ہم نے موسیٰ کو نو (۹) واضح نشانیاں دیں، سو بنی اسرائیل سے پوچھ، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا یقینا میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔ اس نے کہا بلاشبہ یقینا تُو جان چکا ہے کہ انھیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ واضح دلائل ہیں۔‘‘

اعتراض: یہ جادو ہوسکتا ہے۔

جواب: (اول) جادو اور معجزے میں یہی فرق ہے، جادو میں چیز کی حقیقت نہیں بدلتی جب کہ معجزے میں حقیقت بدل جاتی ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ ہوا

اور جادوگر ایمان لے آئے۔ (سورۂ طہٰ، آیت: ۶۵-۷۰) کیونکہ وہ اپنے فن کے ماہر تھے اور صورت حال ان پر واضح ہوگئی، (دوم) معجزہ ایک سچے اور نیک انسان سے سرزد ہوتا ہے جبکہ جادو گندے عقیدے اور گندے اخلاق کے حامل شخص سے صادر ہوتا ہے۔ (سوم) معجزہ کسی محنت اور کاریگری کا نتیجہ نہیں ہوتا، اس کا تعلق خاص اعطائے الٰہی سے ہے جبکہ جادو ایک فن ہے باقاعدہ حاصل کیا جاتا ہے، اور جتنی کوئی محنت کرتا ہے اتنا ہی ماہر ہوتا ہے۔ (چہارم) جادو جھوٹ اور کفر کی دلیل ہوتا ہے اور شیطان کی مدد سے کیا جاتا ہے جبکہ معجزہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔[1]

۲۔ عذاب کی پیش گوئیوں کا پورا ہونا:

انبیاء علیہم السلام نے قوم کو جس عذاب سے دوچار ہونے کی پیش گوئی کی اس کا پورا ہونا اور خود انبیاء علیہم السلام کا اپنے پیروکاروں سمیت محفوظ رہنا، یہ واقعات جیسے نبوت کی سچائی کی دلیل ہیں ویسے ہی خالق کائنات کے وجود پر بھی دلالت کرتے ہیں کیوں کہ اگر اس کا وجود نہیں ہے تو نافرمان قوم پر انبیاء کے کہنے کے مطابق عذاب کہاں سے آ گیا؟

قرآن مجید سے دلائل:

قرآن مجید نے اس کی طرف حسب ذیل انداز سے اشارے کیے:

1 ...... ﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰﴾ [التوبة: ۷۰]

''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

[1] النبوات، لابن تيمية رحمه الله، ص: ۸۰۰، ۸۲۸.

2 ......اللہ تعالیٰ نے فرعون کو کہا تھا:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴾ [يونس: ٩٢]

''پس آج ہم تجھے تیرے (خالی) بدن کے ساتھ بچا لیں گے، تاکہ تُو ان کے لیے نشانی بنے جو تیرے بعد ہوں اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقینا غافل ہیں۔''

3 ......قومِ لوط کے قصے میں فرمایا:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ؕ﴾ [الحجر: ٧٥-٧٧]

''بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقینا ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقینا بڑی نشانی ہے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

[الصافات: ١٣٧، ١٣٨]

''اور بلاشبہ تم یقینا صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''

مزید فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ﴾

[الفرقان: ٤٠]

''اور بلا شبہ یقینا یہ لوگ اس بستی پر آ چکے جس پر بارش برسائی گئی بری بارش تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟''

4 ......حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [العنكبوت: ١٥]

''پھر ہم نے اسے بچالیا اور کشتی والوں کو بھی اور اسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔''

5 ......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ذکر ہے:

﴿فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

[العنكبوت: ٢٤]

''تو اللہ نے اسے آگ سے بچالیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

6 ......دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یوں ہے:

﴿اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْۤاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الروم: ٩، ١٠]

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے

اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت ہی برا ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔‘‘

7 ......قومِ فرعون کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝56﴾ [الزخرف: ٥٦]

’’پس ہم نے انھیں پیچھے آنے والوں کے لیے پیش رو اور مثال بنا دیا۔‘‘

8 ......اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝5﴾ [إبراهيم: ٥]

’’اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔‘‘

نوٹ: ’’اللہ کے دنوں‘‘ سے مراد وہ دن ہیں جن میں کوئی نادر واقعہ مصیبت یا نعمت کی صورت میں پیش آیا ہو۔

9 ......قومِ لوط کے بارے میں یوں آیا ہے:

﴿وَ تَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝37 وَ فِيْ مُوْسٰۤى اِذْ
اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝38 فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝39
فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝40 وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝41 مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝42
وَ فِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝43 فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ
الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝44 فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝45
وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝46﴾ [الذاريات: ٣٧-٤٦]

’’اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب

سے ڈرتے ہیں۔ اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنی قوت کے سبب مُنہ پھیر لیا اور اس نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ پس ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔ اور عاد میں، جب ہم نے ان پر بانجھ (خیر وبرکت سے خالی) آندھی بھیجی۔ جو کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جس پر سے گزرتی مگر اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیتی تھی۔ اور ثمود میں، جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ انھوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔ اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔''

10 ......مزید فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥﴾ [القمر: ٤، ٥]

''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر آیاتِ قرآنیہ ہیں جن سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ یہاں لفظ ''آیت'' مطلق طور پر آیا ہے جس کے معنی نشانی ہیں، لہٰذا اس سے تمام اصولِ ایمان (اُلوہیت، نبوت، بعث بعد الموت وغیرہ) ثابت ہوتے ہیں۔

3 دعا کی قبولیت اور مشکل کا حل ہونا:

مجبور انسان جب آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو کون ہے جو اس کی مصیبت ختم کرتا

ہے؟ کوئی تو ہے جو اس کی دلی مراد بھر لاتا ہے حالانکہ ظاہری اسباب مفقود ہو چکے ہوتے ہیں۔

اس دلیل سے جیسے توحید اُلوہیت ثابت ہوتی ہے اسی طرح وجودِ باری تعالیٰ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾[النمل: ٦٢]

’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟! کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔‘‘

سوال: یہاں ملحدین اعتراض کرتے ہیں کہ دعائیں تو ان لوگوں کی بھی قبول ہوتی ہیں جو بتوں کو پکارتے ہیں تو کیا یہ بت بھی خدا ہیں؟

جواب: بت پرست کا یہ دعویٰ تین حال سے خالی نہیں:

اوّل: یا تو یہ جھوٹ بول رہا ہوتا ہے کہ اس کی دعا بت نے سن لی ہے۔قرآن مجید نے واضح طور پر فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾[الأحقاف: ٥]

’’اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔‘‘

دوم: یا پھر خدا تعالیٰ کی جانب سے استدراج (ڈھیل) ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

[الأعراف: ١٨٢]

’’اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

’’جب تُو دیکھے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور وہ پھر بھی ان کی مانگیں پوری کر رہا ہے تو (سمجھ لے کہ) یہ استدراج ہے۔‘‘[1]

سوم: یا پھر شیطان ان کے ساتھ کھلواڑ کر رہا ہے اور انھیں دھوکا دے رہا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بات اس طرح آئی ہے:

﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ۝۱۱۷ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ۝۱۱۸ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ﴾ [النساء: ۱۱۹-۱۱۷]

’’وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مونثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقینا میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقینا میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا۔‘‘

شیطان کئی انداز سے گمراہ کر سکتا ہے، مثلاً: ان کے لیے کسی بزرگ کی صورت اختیار کر لے جسے یہ تعظیم دیتے ہیں، یا ان کی کوئی حاجت پوری کر دے، یا غیب سے ان کے ساتھ مخاطب ہو جائے وغیرہ اور وہ سمجھیں کہ بت نے ہماری دعا سن لی ہے۔

سوال: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، ان کی کون سی ہر دعا قبول ہوتی ہے؟

جواب: اوّل: یہ تو درست ہے لیکن اس میں یا تو قبولیت کی کوئی شرط مفقود ہوتی ہے یا

---

[1] مسند احمد: ٤/١٤٥، تفسیر ابن جریر: ٧/١٩٥، الفاظ اسی کے ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ’’الصحیحۃ‘‘ میں (رقم: ٤١٣ کے تحت) اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

پھر حکمت الٰہیہ جلد قبول کرنے میں مانع ہوتی ہے۔

دوم: لیکن ایسی کوئی ذات ہے جو دعائیں قبول کرتی اور مصیبت ٹالتی ہے، اس کا یقین ہمیں سمعی اور حسی دونوں طرح سے ہوتا ہے اور وہی خدا ہے۔ جس کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا، اس کے لیے مشاہداتی طور پر اور حسی لحاظ سے یقین ہے، جیسا کہ انبیائے عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کو اللہ تعالیٰ نے مصیبت سے نجات دی، مثلاً:

حضرت نوح علیہ السلام نے پکارا اور دعا قبول ہوئی۔ (سورۂ صافات، آیت: ۷۵، سورۂ قمر، آیت: ۱۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر سورۂ عنکبوت (آیت: ۲۴) میں ہے۔

صحیح بخاری (رقم: ۴۲۸۷) میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو انھوں یہ دعا مانگی:

((حسبي اللّٰه ونعم الوكيل۔))

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدوی کے کہنے پر خطبہ جمعہ کے دوران بارش کی دعا مانگی، آسمان بالکل صاف تھا، لیکن دعا مانگتے ہی بادل آئے اور بارش شروع ہوگئی۔ [1]

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جو حاضرین کے لیے مشاہدہ وحس اور بعد کے لوگوں کے لیے سمعی طور پر دلالت کر رہی ہیں۔

[1] صحیح بخاری، رقم: ۹٦۷۔

ملحدین کے سوالات اوران کے جوابات

سوال نمبر ایک:

خدا کوکس نے پیدا کیا؟

جواب:

1 یہ سوال ملحدین کے تضادفکر کا ثبوت ہے کیوں کہ یہ لوگ کائنات کوتو بغیر خالق کے مان رہے ہیں مگر خالق کو بغیر خالق کے تسلیم نہیں کررہے۔

اگر ملحدین خالق کا انکار محض اس وجہ سے کررہے ہیں کہ اس کا کوئی خالق نہیں تو پھر کائنات کا بھی انکار کردینا چاہیے کیوں کہ یہ لوگ اس کا خالق بھی کسی کو نہیں مانتے۔

2 یہ سوال مخلوق کے متعلق تو درست ہے جب کہ خدا تو خالق ہے۔ اگر خالق کا کوئی خالق ہوتو وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق قرار پائے گا۔

3 جدید منطق وفلسفہ کا بیان کردہ ایک اہم مغالطہ ''کیٹگری مسٹیک'' کہلاتا ہے، اس میں ہر وجود کو ''ڈیفائن'' کرنے والی صفات کے سبب بعض سوالات ازخود غیر متعلق ہوجاتے ہیں مثلاً یہ سوال کہ انڈے کسی درخت پر اُگتے ہیں، موبائل فون کون سی کھیتی میں لگتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح خدا کو ڈیفائن کرنے والی ایک بنیادی صفت "الصمد" (قائم بالذات) ہے۔ لہٰذا ایسی ہستی کے متعلق یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا۔

4 علت اور معلول کا قانون کائنات کے لیے ہے، اس کے خالق کے لیے نہیں کیوں کہ قوانین کا بھی وہی خالق ہے اور اس پر یہ قوانین لاگو نہیں ہوتے۔

سوال نمبر ۲:

خدا نظر نہیں آتا، اس لیے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

جواب:

1 جو چیز نظر نہ آئے کیا وہ غیر منطقی وغیر عقلی ہوتی ہے؟ اور کیا محض اس وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ کئی ایسی اشیاء ہیں جو نظر نہیں آتیں لیکن کیا ملحدین کیا غیر ملحدین سب انھیں مانتے ہیں، مثلاً (الف) عقل (ب) قانونِ تجاذب (لا آف گریوٹی، کشش ثقل) (۳) قوت وطاقت وغیرہ۔

ان کو آثار ونشانات سے پہچانا جاتا ہے حالانکہ نظر نہیں آتیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ گو نظر نہیں آرہا لیکن اس کے وجود پر بے شمار آثار وشواہد ہیں۔

2 خدا کے نظر نہ آنے کا دعویٰ وہ شخص کرسکتا ہے جس نے ساری کائنات کا ذرّہ ذرّہ چھان مارا ہو، مثلاً اگر کوئی شخص 10×10 والے کمرے میں دیکھے وہ بالکل خالی ہے، کوئی چیز نظر نہیں آئی تو یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کمرے میں کچھ نہیں ہے؟!

کیا ملحدین ساری کائنات کو دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں، تو یہ خدا کے نظر نہ آنے کا کیسے کہہ سکتے ہیں؟!

3 اللہ تعالیٰ کو اس دنیاوی آنکھ سے دیکھنا محال ہے لیکن روزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی اور جو چیز ایک وقت میں نظر نہ آئے کچھ عرصہ بعد نظر آنے لگے تو کیا اس کے وجود کا انکار کیا جا سکتا ہے؟

عقلی انداز سے سمجھیں، فضا میں موجود جراثیم کا مشاہدہ اس آنکھ سے بلاواسطہ (ڈائریکٹ) نہیں ہوسکتا اور نہ قدیم زمانے کے لوگ کر سکتے تھے، خوردبین ایجاد ہونے کے بعد ان کو دیکھنا ممکن ہوا تو کیا ہم اور پرانے لوگ ان جراثیم کے انکار کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟

اسی طرح دُوربین سے کائنات میں پھیلے کتنے سیاروں کا مشاہدہ اب ممکن ہے لیکن پہلے ناممکن تھا تو کیا ان لوگوں کا انکار کوئی معنی رکھ سکتا ہے؟ آج کی تاریخ میں بھی مخصوص دُوربین کے بغیر ان سیاروں کو دیکھا نہیں جا سکتا تو کیا انکار کرنے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ گو ابھی نظر نہیں آ رہا لیکن ایک وقت اس کا دیدار ہوگا، لہٰذا اس کا انکار بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔

4 ملحدین کے ہاں زندگی کا آغاز یک خلوی جرثومے سے ہوا، مگر اس جرثومے کو زندگی کہاں سے ملی؟ ان کو علم نہیں، لیکن ایمان بالغیب ہے ان کا۔

یک خلوی جرثومے کی افزائش نسل کا طریقہ الگ جب کہ اس سے ارتقا یافتہ شکل کا الگ۔ یہ کس نے سکھایا؟ ملحدین نہیں جانتے لیکن مانتے ہیں، ایمان بالغیب ہے۔ یہاں بگ بینگ تھیوری کو یہ مانتے ہیں، لیکن دھماکہ ہوتا کسی نے نہیں دیکھا۔ ایمان بالغیب ہے ان کا۔

ملحدین بلیک ہول کو بھی بغیر دیکھے مان رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ دوغلی پالیسی نہیں کہ مسلمانوں کے ایمان بالغیب پر اعتراض ہے اور خود مان رہے ہیں؟ تلك إذا قسمة ضيزى!

یاد رکھیں پھول کو دیکھا جا سکتا ہے، اس کی خوشبو کو نہیں۔ صرف احساس کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ خوشبو تو کسی خوردبین سے بھی نظر نہیں آ سکتی تو خدا تعالیٰ کے آثار دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے بعد ماننے میں کیا اعتراض ہے؟

سوال نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ غیب کیوں ہے؟ اسے نظر آنا چاہیے تھا۔

جواب:

1 ملحدین کی بنیادی غلطی نظریہ تخلیق کائنات کو نہ سمجھ پانا ہے۔ اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو مکلف مخلوق (انسان وجن) کی آزمائش کے لیے بنایا ہے، جیسا کہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ [الملك: ۲]

''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اگر سامنے آ کر کسی کو حکم دے تو کیا وہ نافرمانی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یوں مکلف کا اختیار ختم ہو کر رہ جائے گا۔

سوال نمبر ۴:

کائنات کا کوئی خالق نہیں بلکہ اتفاقاً دھماکا ہوا اور کائنات پھیلنا شروع ہو گئی (یعنی بگ بینگ تھیوری)۔

جواب:

1. یہ دھماکا ہوتا کسی نے نہیں دیکھا لیکن ان کا ایمان بالغیب ہے تو آثار سے خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان بالغیب کیوں نہیں ہو سکتا؟

2. اتفاق رونما ہونے کے لیے پہلے کم سے کم دو وجود کا پایا جانا لازم ہے کیوں کہ اس کے بغیر اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔

ہم اس کائنات سے قبل ایک وجود کی بات کرتے ہیں، ملحدین اسے ماننے کے لیے تیار نہیں اور خود دو وجود ثابت کر رہے ہیں۔

3. بگ بینگ ابھی تھیوری ہے کوئی سائنسی قانون (LAW) نہیں بنا اور اگر بالفرض قانون بن بھی جائے تو زیادہ سے زیادہ ثابت ہو گا کہ اس کائنات کی تخلیق دھماکے سے شروع ہوئی، لیکن یہ دھماکا کیا کس نے؟ یہ سوال باقی رہے گا۔

مثلاً مشین چل رہی ہے، اس کے اوپر ڈھکن ہے، آپ نے اس کو ہٹایا اور مشین کے چلنے کے طریقے کو سمجھ لیا تو کیا اس سے بنانے والے کی نفی ہو گئی؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مشین خودبخود اتفاقاً بن گئی ہے کیوں کہ آپ اس کے چلنے اور بننے کی کیفیت کو جان چکے ہیں؟ یہ کس اصول کے تحت درست ہے؟

(۴) اتفاق کا موقع ہزاروں، لاکھوں شاید اربوں کھربوں میں ایک دفعہ ہو، مثلاً صرف دس سکے لے کر ان پر ایک سے دس تک نمبر لگائیں، جیب میں رکھیں اور ایک نکال کر پھر ڈال لیں، پھر ایک نکال کر واپس رکھ لیں۔ بتائیں کتنی دفعہ کے بعد ایسا کرنے سے ایک سے دس تک ترتیب کے ساتھ نکلیں گے؟

شاید کبھی ایسا نہ ہو، لیکن کائنات کا اتفاق بھی عجیب ہے کہ ابتدائی نکتے سے اتفاقاً بننا شروع ہوئی اور ہر چیز ہی درست اور بالکل ضرورت کے مطابق بنتی چلی گئی، نہ کم نہ زیادہ۔

مثلاً کائنات میں کرۂ ارضی پر زندگی ہے اور یہیں پانی، ہوا، خوراک، ہر چیز ملے گی جس سے زندگی قائم رہ سکتی ہے اور مقدار بھی ضرورت کے مطابق، جب کہ دیگر سیارے جو حجم میں بھی زمین سے بڑے ہیں وہاں ایسی اشیاء نہیں ہیں، کیسا حسین اتفاق ہے جہاں ہر چیز ہی درست ہے اور ہزاروں لاکھوں برسوں سے درست ہی چلی آ رہی ہے!

سوال نمبر ۵:

کون سا خدا مانیں؟ ہر مذہب والا الگ الگ خدا بتاتا ہے۔

جواب:

1 یہ غلط بیانی ہے، ہر مذہب والا خالق کائنات ایک ہی کو مانتا ہے، البتہ اس کی صفات میں اختلاف کرتا ہے۔ اور اس طرح کے اختلافات تو سائنسی حقائق میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً کوئی سورج کو زمین اور کوئی زمین کو سورج کے گرد گھومتا مان رہا ہے، جب کہ کوئی دونوں کی گردش کا قائل ہے۔

اس اختلاف سے زمین اور سورج کا انکار عقل مندی ہے؟ گلاس میں آدھا پانی ہو تو کوئی کہے گا آدھا بھرا ہے اور کوئی کہے گا آدھا خالی ہے۔ کیا اس سے گلاس اور پانی کا انکار

کر دیں گے؟! وغیرہ وغیرہ۔

سوال نمبر ٦:

اہلِ مذاہب اگر زمین کے بہترین نظم ونسق کو صاحب شعور خالق کے وجود پر دلیل بناتے ہیں تو ہم کائنات کے باقی سیاروں کے اجاڑ ہونے سے دلیل پکڑتے ہیں کہ اس کائنات کا کوئی خالق نہیں۔

جواب:

1 انسان کا علم بے مثال ارتقا کے باوجود انتہائی محدود ہے۔ اندازہ لگائیں کہ اربوں کھربوں ستاروں و سیاروں کے بیچ ایک نقطے کے برابر زمین کے متعلق بھی پانچ سات فیصد سے زیادہ علم انسان حاصل نہیں کر پایا۔ ایسی عاجزی کے ساتھ کیسے کوئی جسارت کرسکتا ہے کہ باقی سیارے تمام کے تمام اجاڑ اور بے ہنگم ہیں، ان کا کوئی مقصد نہیں؟ اگر آج کا انسان اس مقصد کو نہیں جان پایا تو مستقبل میں شاید بہترین معلومات حاصل ہوجائیں۔

2 بالفرض اجاڑ اور بے ہنگم مان لیا جائے تو اس سے خالق کا انکار کیسے ہوسکتا ہے؟ مثلاً ویران گھر میں جائیں اشیاء بے ہنگم پڑی ہوں تو کہہ سکتے ہیں یہ مکان خودبخود بن گیا؟ یہ کیسی عقل مندی ہے!

3 بڑے سے میدان میں بالفرض آپ گئے وہاں سو دوسو ٹیلے ملے، کوئی مٹی کا کوئی پتھر کا، کوئی نرم، کوئی سخت، کوئی گیلا، کوئی خشک لیکن ان کے درمیان ایک شان دار محل نظر آیا جو بڑا متوازن، خوب صورت۔ سیڑھیاں، دروازے عمدہ، فرش جاذب نظر، بناوٹ ایسی کہ آنکھوں کو خیرہ کردے۔ کوئی احمق ہی کہے گا کہ یہ خودبخود بن گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں اس کے معمار نے کسی خاص مقصد کے تحت اس خوب صورت محل کو اُجاڑ ٹیلوں کے درمیان بنایا ہے۔

4 آج کی سائنس اپنی تمام تر محدودیت کے باوجود کچھ ایسے سراغ لگانے میں

کامیاب ہوگئی ہے جو ان اجاڑ سیاروں کی توجیہ میں مدومعاون ہیں۔ مثلاً علم فلکیات کے حالیہ انکشافات یہ بتاتے ہیں کہ مشتری اپنے حجم کی وجہ سے نظام شمسی کو مہلک ٹکراؤ سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح کئی سیاروں کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کائنات میں کشش ثقل کے نظام کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

سوال نمبر ۷:

اگر خدا موجود ہے تو وہ اپنے بندوں کو پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا کیوں کرتا ہے؟ بچے بھوکے مرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

جواب:

1. اللہ تعالیٰ بلاشبہ منصف ہے لیکن اس نے یہ دنیا ہر شخص کو برابر خوشیاں بانٹنے کے لیے نہیں بنائی۔ یہ آزمائش گاہ اور دارالامتحان ہے، یہاں ہر آزمائش پر صبر کے نتیجے میں جنت ہے جہاں پُرسکون زندگی کی ضمانت ہے۔

2. دنیا میں ہر شخص کو بادشاہ یا فقیر نہیں بنایا گیا بلکہ بادشاہ کی فراخ دلی اور فقیر کی تنگ دستی کو آزمایا گیا ہے، یہ آزمائش صرف عام انسان ہی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری کا مقابلہ کرتے رہے، کئی انبیاء شہید کر دیے گئے۔ لیکن سب نے صبر کیا۔

3. جب جنت ملے گی تو سب دکھ بھول جائیں گے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ دنیا میں بہترین زندگی گزارنے والا (جو کہ اللہ کا باغی تھا) جہنم میں ایک غوطہ لگائے گا تو سب آرام و نعمتیں بھول جائے گا اور دنیا میں مفلسی و تنگ دستی میں زندگی گزارنے والا جنت کا محض ایک چکر لگانے سے سب مصائب بھول جائے گا۔[1]

4. دنیا میں اگر یہ درجہ بندی نہ ہو تو نظامِ دنیا نہیں چل سکتا۔ سوچیں اگر سب مال دار

---

[1] صحیح مسلم، رقم: ۷۲۶۶۔

ہوں، یا سب غریب و مفلس ہوں، سب تندرست یا سب بیمار ہوں، سب ظالم یا سب مظلوم ہوں وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں دنیا کی حالت کیا ہوگی؟

5 کیا وجہ ہے کہ ایک جاہل اور ان پڑھ شخص فیکٹریوں کا مالک ہوتا ہے جب کہ پڑھے لکھے اس کے نوکر و ملازم ہوتے ہیں؟ حالانکہ تعلیم وذہانت ان کے پاس زیادہ ہے، کاروبار کی لائن بھی ایک ہے۔ آخر کوئی تو ہے جو یہ فرق رکھنا چاہتا ہے۔

یہی آزمائش وامتحان ہے اور دنیا کا نظام ایسے ہی چلتا ہے۔

6 درج بالا سوال بتا رہا ہے کہ سائل یہ سوچتا ہے کہ تخلیق میں نقص خالق کی نفی پر دلالت کرتا ہے، جب کہ یہ اصول ہی غلط ہے کیوں کہ مثلاً کمہار جب برتن بناتا ہے کئی خراب ہوتے ہیں، کئی کو خود خراب کرتا ہے اور کسی کو خود ضایع کر دیتا ہے۔ اس یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ برتن خود بخود بن گئے؟!

یہی سوال الٹا ان سے کر لیا جائے کہ یہ ہنڈیا ٹوٹی ہے، اس ہنڈیا میں سوراخ ہے، اگر ان کو بنانے والا کوئی ہوتا تو ایسا نہ ہوتا، کیا جواب ہوگا ان کے پاس؟

سوال نمبر ۸:

اگر خدا ہر شے پر قادر ہے تو پھر بعض دفعہ اس کی تخلیق میں نقص کیوں آتا ہے؟ کئی انسان اندھے، لنگڑے، ذہنی معذور اور اپاہج کیوں پیدا ہوتے ہیں؟

جواب:

1 یہ بھی پچھلے سوال سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا اگر تخلیق کار اپنی تخلیق میں قصداً کوئی نقص ڈال دے تو اس سے تخلیق کار کے وجود کی نفی لازم آتی ہے۔

یہ کہاں کا اصول ہے اور اس سے قدرت کی نفی کیسے ہوئی ہے؟ کمہار کی مثال پیچھے بیان ہوئی، اگر وہ اپنے بنائے بعض برتن توڑ دے یا ان میں سوراخ کر دے تو کیا اس سے لازم آئے گا کہ یہ برتن بنانے کی قدرت نہیں رکھتا؟

2 دراصل اس فرق کے پیچھے بھی نظریہ ابتلا وآزمائش ہے، جیسا کہ پچھلے سوال کے تحت گزرا ہے۔

3 خالق کائنات کے نزدیک یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں بلکہ یہ تو متاع قلیل ہے۔ اصل زندگی اُخروی ہے، لہٰذا یہاں ہر انسان کی حالت اس کے لیے آزمائش وامتحان ہے۔ بیماروں کے لیے ان کی بیماری اور تندرست کے لیے اس کی صحت۔ قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٥٥ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝١٥٦ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝١٥٧﴾ [البقرة: ١٥٧-١٥٥]

''اور یقینا ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام رکھا ہوتا ہے لیکن اپنے اعمال کے نتیجے میں وہاں تک رسائی ممکن نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو جان، مال یا اولاد کی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ [1]

---

[1] صحیح سنن ابوداود، رقم: ۳۰۹۰۔

سوال نمبر ۹:

بقول اہلِ مذاہب جب ہر چیز ڈیزائن کی گئی ہے اور ڈیزائنر خدا ہے تو خدا کا بھی تو پھر کوئی ڈیزائنر ہونا چاہیے۔

جواب:

یعنی اگر خدا کا ڈیزائنر نہ ہو تو کائنات کو اتفاقی حادثہ سمجھ لیا جائے؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے! کیوں کہ اس طرح تو کائنات کا ڈیزائنر بھی نہ ہوا لیکن اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔ بہرحال یہ اسی طرح کا سوال ہے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا۔ جوابات پیچھے گزر چکے ہیں، یہاں بھی انھیں منطبق کر لیں۔

سوال نمبر ۱۰:

اگر کائنات کا کوئی خالق ہے تو اس نے یہ کائنات انسان کے حجم کے مطابق صرف ایک نظامِ شمسی یا ایک کہکشاں پر مشتمل کیوں نہیں بنائی؟ اتنی وسیع کیوں ہے؟

جواب:

1. ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ کائنات چھوٹی ہے جتنی ملحد تقاضہ کرتے ہیں لیکن پھر کیا ان کو تسلی ہو جاتی؟ ہرگز نہیں! بلکہ سوال الٹ ہوتا کہ خدا اتنا طاقت وَر اور کائنات اتنی چھوٹی کیوں بنائی؟

درا صل ان کا مقصد اعتراض برائے اعتراض ہے نہ کہ کچھ اور!

2. بہرحال اس کا جواب یوں ہے کہ اگر کسی چیز کی وجہ معلوم نہ ہو تو اس کے خالق کا انکار کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! کیوں کہ یہ سراسر بے عقلی ہے۔ کمپیوٹر کا مدر بورڈ کھولیں، کئی اشیاء کا مقصد عام انسان کو سمجھ نہیں آئے گا تو کیا اس کے بنانے والے کا انکار کر دیں گے؟

کسی چیز کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ خالق فیصلہ کرے گا یا ہم مخلوق؟

یوٹیوب پر ڈاکومنٹری دیکھ سکتے ہیں، اہلِ چین نے ایک دفعہ ساری چڑیاں مارنے کا

فیصلہ کیا کہ ان سے فصل کو نقصان ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ہوا؟ ان کی فصل بالکل ہی تباہ ہوگئی کیوں کہ چڑیاں دراصل فصل میں پیدا ہونے والی سنڈیوں اور کیڑے مکوڑوں کو کھاتی تھیں۔ اب وہ موجود نہیں تو اسی طرح فصل تباہ ہوگئی۔

سوال نمبر ۱۱:

کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں ہر کام ایک قانونِ فطرت کے مطابق ہوتا ہے، اس کی توجیہ کے لیے نامعلوم خدا کی ضرورت نہیں، لہٰذا سائنس نے خدا کو ردّ کر دیا ہے۔

جواب:

1. یہ سوال کرنے والا بالفاظ دیگر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کائنات کا نظام چلانے والی کوئی چیز ہے، انھوں نے اس کا نام ''لا آف نیچر'' (قانونِ فطرت) رکھا ہے۔ اسے کہتے ہیں: بارش سے بچنے کے لیے میزاب (پرنالہ) کے نیچے کھڑے ہونا۔

2. اگر ہمیں کسی چیز کے قانون کا علم ہو جائے تو اس سے خالق کی نفی کیسے لازم آتی ہے؟ مثلاً: ہنڈا کمپنی گاڑی تیار کرتی ہے، ہمیں اس کی تیاری اور چلنے کا قانون وطریقہ معلوم ہوگیا۔ آیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کار خود بخود بن گئی؟ اس کو بنانے والا کوئی نہیں؟

3. قانون فطرت خود ایک بے جان اور بے شعور چیز ہے، وہ کیسے شعور والی اور جان دار چیز کو پیدا کرسکتی ہے؟

4. قانونِ فطرت نظر نہیں آتا البتہ اس کے آثار سے علم ہوتا ہے تو اگر خدا نظر نہیں آتا اور اس کے وجود پر بے شمار آثار ملتے ہیں تو پھر اس کا انکار کیوں؟

5. قانونِ فطرت صرف یہ بتاتا ہے کہ کام کیسے ہو رہا ہے، ''کیوں ہو رہا ہے'' اور ''کون کر رہا ہے'' وہ یہ نہیں بتاتا، یہ مذہب کا موضوع ہے۔

یعنی سائنس اور مذہب کا موضوع ہی الگ الگ ہے۔ ان کو خلط کرنا ہی ملحدین کی غلطی ہے۔

اس اعتراض کا جواب ہم سمندر کی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں:

جب ان ارتقائی سائنس دانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ صرف ہماری ہی زمین پر پانی کیوں ہے؟ اور یہ پانی کیوں ضروری ہے؟ سمندر کا پانی نمکین کیوں ہے؟ سمندر میں لہریں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ بارش کیوں ہوتی ہے؟ تو ان تمام سوالات کا جواب ان کے پاس صرف ایک ہوگا کہ زمین پر پانی کی موجودگی اتفاق، اس کا نمکین ہونا اتفاق، لہروں کا پیدا ہونا اتفاق، سمندر کے نمکین پانی کو بادلوں کے ذریعے فلٹر کر کے پینے کے قابل بنانا اتفاق، وغیرہ۔

گویا سائنس کے پاس وجودِ خدا کے مضبوط ترین دلائل کے جواب میں بس یہ ''دلیل'' ہے کہ یہ سب کچھ اتفاق ہے!

کیا اس ''اتفاق'' کو ''توجیہ'' کہا جاسکتا ہے؟ اور کیا کوئی بھی سلیم العقل انسان ان ''اتفاقات'' سے اتفاق کر سکے گا؟!

اسی طرح انڈے سے بچہ ۲۱ دن بعد کیسے نکلتا ہے اور کون سی ذات ہے جس نے جانا کہ بچے کو ضرورت ہے ننھے سے سینگ کی؟

سوال نمبر ۱۲:

خدا کو عبادت کی ضرورت ہے؟ لوگ کیوں اس کو پوجتے ہیں؟

جواب:

1 خدا تعالیٰ کو واقعی اپنی عبادت کروانے کی ضرورت نہیں۔ دراصل یہ ہم انسانوں کی ضرورت ہے کیوں کہ ہر سلیم الفطرت شخص اپنے محسن کے احسانات کا شکر بجا لاتا ہے تو جب ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے، ہمیں روزی روٹی دیتا ہے، ہمیں مشکلات سے نکالتا ہے، تو کیوں نہ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی جائے؟!

رسول اللہ ﷺ جب رات کو لمبا قیام کرتے، یہاں تک کہ پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں: آپ کی بخشش ہونے کا اعلان تو اللہ تعالیٰ نے خود کر دیا

ہے، اتنی عبادت نہ کیا کریں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((أفلا أكون عبدا شكورا۔)) [1]

''کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟!''

2 ہمارے نزدیک یہ دنیا چونکہ دارالامتحان اور آزمائش ہے، حقیقی اور لازوال زندگی جنت میں ملے گی تو اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور گناہوں سے بچا جاتا ہے۔

3 جسمانی مدافعاتی نظام کو ایکٹو رکھنے کے لیے مختلف قسم کی مشقیں اور ورزشیں کی جاتی ہیں، اسی طرح ایک روحانی مدافعاتی نظام ہے جو انسان کی روحانیت کو آلودہ ہونے سے بچاتا ہے۔عبادت اس کی ورزش ہے۔قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ [الأعراف: ۲۰۱]

''یقینا جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (بُرا) خیال چھوتا ہے وہ ہشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔''

اور یہ تقویٰ عبادتِ الٰہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۱]

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

سوال نمبر ۱۳:

اگر خالق کو تسلیم کر لیں تو پھر ''شر'' کو اُس نے کیوں پیدا کیا؟

[1] صحیح بخاری، رقم: ۱۱۳۰۔

جواب:

1 یہ دنیا چونکہ ایک آزمائش گاہ ہے، اس میں اگر خیر کے ساتھ شر نہیں ہو گا تو امتحان کیسا؟

2 مکان بنانے والا ضرورت کے لیے بیت الخلا بھی بناتا ہے تو کیا صانع کو اس کام پر بُرا کہا جا سکتا ہے؟! اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شر کو بھی پیدا کیا ہے تو اس پر اعتراض کیوں؟

3 ایک شے ایک اعتبار سے بُری اور دوسرے اعتبار سے اچھی ہو سکتی ہے، مثلاً: چور کو سزا دینا چور کے حق میں بُرا ہے، لیکن نظام حکومت چلانے اور معاشرے میں امن وامان رکھنے کے لیے مستحسن ہے۔ اسی طرح شر دیکھنے کے اعتبار سے تو بُرا ہے لیکن نتیجے کے لحاظ سے اچھا ہے کیوں کہ ایک تو اس کے ذریعے خیر خوب نکھر کر سامنے آتی ہے اور دوسرا انسانوں کا فیصلہ معیار پر ہو گا۔

سوال نمبر ۱۴:

اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کے افعال کا بھی خالق ہے تو پھر انسانوں کو بُرے اعمال پر سزا کیوں؟

جواب:

ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس خیر وشر کو چننے کے لیے انسان کو صاحب اختیار بنایا گیا ہے۔ جزا وسزا کا انحصار اس اختیار پر ہے۔

اس کو چار مثالوں سے سمجھیں:

(اول) سوزوکی کمپنی نے گاڑیاں بنائیں۔ خریدنے والا اگر اس کو غلط ڈرائیو کر کے نقصان اٹھائے گا تو اس میں کمپنی پر اعتراض کیا؟

(دوم) اسلحہ ساز کمپنی نے اسلحہ تیار کیا، دکان پر سجایا، خریدار اپنی مرضی سے لے کر گیا اور کسی کو قتل کر ڈالا تو قصور کس کا ہے؟ کمپنی کا یا قاتل کا؟

(سوم) ٹیچر ساری کلاس کو یکساں پڑھاتا ہے لیکن رزلٹ کسی کا بُرا اور کسی کا اچھا کیوں؟

(چہارم) انجینئرنگ تمام طلبہ نے برابر ہی سیکھی، لیکن ایک طالب علم انسانوں کی فلاح کے لیے اسے استعمال کرتا ہے اور دوسرا انسانیت کے خلاف، قصور کس کا؟

سوال نمبر ۱۵:

انسان دنیا میں تھوڑی مدت گناہ کرتا ہے اور آخرت میں اس کو طویل سزا ملے گی، یہ سراسر ظلم ہے۔

جواب:

1. یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ سزا کی مدت جرم کی مدت کے مطابق ہونی چاہیے کیوں کہ جرم کی سزا جرم کی نوعیت دیکھ کر دی جاتی ہے، وقت دیکھ کر نہیں، ورنہ چور نے تو چند منٹوں میں چوری کر لی، بلکہ بعض لوگ تو آنکھ جھپکنے کی بھی دیر نہیں لگاتے۔ بتایا جائے ان کی سزا کتنی ہونی چاہیے؟ قتل تو چند سیکنڈز ہی میں ہو جاتا ہے، لیکن سزا اس کی اگر قید کی صورت میں ملے تو کتنی ہوگی؟

ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایک ایک ایٹم بم گرایا گیا، کتنا وقت لگا؟ اور کتنی جانیں گئیں؟ اتنے قتل تو زمانہ قدیم میں ظالم بادشاہوں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں کیے ہوں گے تو کیا ان بادشاہوں کو زیادہ وقت لگانے کے سبب زیادہ سزا دینی چاہیے؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟!

طبی لحاظ سے مثال: ذرا سی جسمانی بدپرہیزی انسان کو بسااوقات ہفتوں نہیں، بلکہ مہینوں اور سالہا سال بیمار کر دیتی ہے، کبھی تو عمر بھر کا روگ لگ جاتا ہے اور آخرکار جان چلی جاتی ہے، ایسا کیوں ہے؟

لامحالہ ماننا پڑے گا کہ غلطی کی نوعیت دیکھ کر سزا کی مدت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۶:

مذہب انسانی آزادی پر روک کیوں لگاتا ہے؟ ہر انسان آزاد ہے، لہٰذا انفرادی زندگی

جیسے چاہے گزارے۔

مثلاً: اگر دو مرد باہمی رضامندی سے شادی کرلیں اور جنسی تسکین پوری کرلیں تو مذہب کو کیا پرابلم ہے؟ شراب نوشی کر لی جائے، غیر اخلاقی کاروبار کیا جائے وغیرہ وغیرہ، مذہب کیوں روک لگاتا ہے؟

جواب:

1 اس سوال کے پیچھے یہ مفروضہ ہے کہ انفرادی اعمال کا اثر صرف اس کی ذات ہی پر ہوتا ہے، دوسرے لوگ اس سے متاثر نہیں ہوتے، یہ مفروضہ ہی غلط ہے کیوں کہ سب جانتے ہیں کہ معاشرے پر بھی اس کے اثرات ہوتے ہیں، مثلاً: ہم جنس پرستی پر روک نہیں لگائی جائے گی تو نسلِ انسانی آگے کیسے بڑھے گی؟ شراب پینے والا کسی کو قتل کرسکتا ہے، ایکسیڈنٹ کا باعث ہوسکتا ہے اور کسی کی عزت پامال کرسکتا ہے۔

فحش فلموں کا کاروبار جو کہ بظاہر پیسے کمانے کا ذریعہ ہے، لیکن اس سے معاشرے کا نقصان کس قدر ہے، کوئی اندازہ ہے؟

اس لیے کسی بھی فرد کو یہ اجازت نہیں کہ وہ انفرادی سطح پر بھی ایسا بُرا عمل کرے جس کے منفی اثرات معاشرے پر مرتب ہوں۔

2 یاد رکھیں آزادی انفرادی ہو یا اجتماعی صرف اسی حد تک ہے جس سے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو، ملحدین ہی سے دریافت کرلیں کہ چوک میں سرخ اشارے پر رکنا ہے یا چلنا ہے؟ جواب میں تقریر شروع ہوجائے گی کہ ڈسپلن تو مہذب ہونے کی علامت ہے، دنیا میں اس کے بغیر آپ ترقی نہیں کرسکتے۔ سوال ہے کہ اگر کوئی شخص نہیں رکتا تو اس کو جرمانہ کیوں؟ اس پر غیر مہذب ہونے کا فتویٰ کیوں؟ یہاں انفرادی زندگی پر روک کیوں لگائی جا رہی ہے؟ لامحالہ وہی یا اس سے ملتا جلتا جواب ہوگا جو اوپر ہم نے لکھ دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ملحدین صرف اپنی خواہشاتِ نفس پورا کرنے کے لیے مذہب کو

مطعون کرتے ہوئے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۷:

دنیا میں فسادات کی بہت بڑی وجہ مذہب ہے، اکثر لوگ عقیدے پر جھگڑتے رہتے ہیں، لہٰذا مذہب کا انکار کرنے سے امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔

جواب:

1 اس سوال کی بنیاد ہی غلط ہے کیوں کہ دنیا میں کئی ایسے معاملات ہیں جن کے سبب جھگڑے ہوتے ہیں، لیکن ساری دنیا انھیں ہنسی خوشی قبول کرتی ہے، مثلاً جائیداد کا جھگڑا ہمیشہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے وارث ایک سے زائد ہوں۔ اکیلا ہونے کی صورت میں کوئی مشکل نہیں تو کیا تمام انسانیت اولاد پیدا کرنا ترک کردے؟ عورت کی وجہ سے اور اسی طرح پیسے کے سبب بھی فسادات ہوتے ہیں تو کیا ملحدین انھیں خیرباد کہنے کے لیے تیار ہیں؟

2 جیسے اس سوال کی بنیاد ہی غلط ہے، اسی طرح یہ بات بھی کذبِ محض ہے کیوں کہ دنیا کی معلوم تاریخ کھنگال کر دیکھ لیں، زیادہ فسادات یا تو زَر کے سبب برپا ہوئے ہیں یا زَن کی وجہ سے۔

دُور کیوں جاتے ہیں، دو عالمی جنگیں اور ان کا نقصان ہی دیکھ لیں، فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

3 اگر فساد ختم کرنے کی غرض سے مذہب کا انکار کرنا ہے تو اس کے بعد جو فساد ہوگا، اسے ختم کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟ آیا ساری دنیا انکار پر راضی ہوجائے گی؟

4 اگر فسادات ختم کرنے کے لیے مذہب کا انکار ضروری ہے تو جنھوں نے انکار کر دیا ہے کیا ان میں کبھی جھگڑا نہیں ہوتا۔ اگر اس طرح کے اتفاق سے مسئلہ حل ہوگا تو کیوں نہ سب کو مذہب اسلام پر متفق کرلیا جائے، نیز کیا ضمانت ہے کہ اگر ساری دنیا الحاد پر جمع ہوجائے تو پھر لڑائی اور فساد نہیں ہوگا؟!

5 مذہب کے سبب ہونے والے جھگڑوں سے جان چھڑانے کے لیے اس کا انکار حل ہے تو زَر اور زَن کی وجہ سے ہونے والے فسادات ختم کرنے کے لیے کیا حل ہے؟ کیا ان دونوں کو بھی مٹا دیا جائے گا؟ یا انسانوں کے جنسی اعضاء ختم کر دیے جائیں گے؟

جو بھی حل اس مسئلے کا سامنے آئے گا، وہی یا اس سے ملتا جلتا مذہبی فسادات کا بھی نکل آئے گا۔

سوال نمبر ۱۸:

ملحدین کے ساتھ دورانِ گفتگو یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ اگر دنیا کو پیدا کرنے والا تسلیم کر لیں تو وہ ایک ہی کیوں ہے؟ زیادہ کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب:

سوال کرنے والا اس مقام تک تو پہنچ چکا ہے کہ کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق ہے، اب اسے اشکال ان کی تعداد پر ہے، اسے سمجھانے کے لیے کئی انداز اختیار کیے جا سکتے ہیں:

1 ایک سے زیادہ خداؤں کا ہونا ایک مفروضہ ہے اور اسے حقیقت بنانے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ آخر زیادہ پر کون سی دلیل ہے؟ کائنات کی کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نے پیدا کی ہے؟

اعتراض: یہاں ملحدین کی جانب سے یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ سائنس دانوں نے کئی چیزیں تخلیق کیں، مثلاً: اڑنے والی مکھی بنائی، حالیہ دنوں میں اہلِ چین نے سمجھ بوجھ والا روبوٹ (آرٹی فیشل انٹیلیجینس سے کام لیتے ہوئے) بنایا ہے، وغیرہ۔

جواب: دنیا میں کتنی ہی ایجادات کر لی جائیں، ان سے خالق کائنات کی برابری نہیں ہو سکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بغیر کسی ماڈل کے بنایا اور اس کا میٹریل بھی خود پیدا کیا جب کہ ایجادات کرنے والے ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ وہ جب بھی کوئی چیز بنائیں گے خالق کائنات کی پیدا کردہ اشیاء کے محتاج ہوں گے، یہ لوگ صرف اور صرف اس میٹریل کی

ہیئت تبدیل کرتے ہیں اور دیکھا جائے تو یہ کام توکمہار بھی کر لیتا ہے، بلکہ اس سے بھی نیچے جائیں تو تنکوں کا گھونسلہ تو پرندہ بھی بنا لیتا ہے۔

2 ایک سے زیادہ خدا ہونے کی صورت میں لازماً یہ سوال اُٹھے گا کہ وہ طاقت، اقتدار، قوت، تصرف وغیرہ میں برابر ہیں یا چھوٹے بڑے ہیں؟ اگر چھوٹے بڑے ہیں تو خالق کائنات میں نقص لازم آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہرگز نہیں اور اگر برابر ہیں تو یہ بھی عیب ہے کیوں کہ برابری کی صورت میں ایک دوسرے پر حکم نہیں چلا سکیں گے جو شان خداوندی کے منافی ہے، نیز تصادم کی صورت میں کوئی دوسرے پر غالب بھی نہیں آ سکے گا اور یہ بھی خدا کے لائق نہیں کہ کوئی چیز اس کے غلبے سے باہر ہو۔

دنیاوی مثال:

کوئی بھی فرم، فیکٹری یا ادارہ بحسن وخوبی اسی وقت چل سکتا ہے جب اقتدارِ اعلیٰ ایک فرد کے پاس ہو اور اس کے فیصلے کو ویٹو کرنے والا کوئی نہ ہو، اگر اس کی برابری والا ہو گا تو وہ آزادانہ فیصلے نہیں کر سکتا، اس کے دل میں کھٹکا رہے گا اور خدا تعالیٰ کے متعلق ایسی سوچ سراسر خدائی کے منافی ہے۔

قرآنی مثالیں:

قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

1 ...... ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾﴾

[المؤمنون: ۹۱]

’’اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا، (اگر ہوتا تو) اس وقت ضرور ہر معبود جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا اور یقینا ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان

کرتے ہیں۔“

2 ... ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿22﴾﴾ [الأنبياء: ٢٢]

”اگر ان دونوں (زمین وآسمان) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے، سو پاک ہے اللہ، جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

3 ... ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿42﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿43﴾﴾

[بنى إسرائيل: ٤٢، ٤٣]

”فرما دے (اے نبی ﷺ!): اگر اس (اللہ) کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ یہ (مشرک) کہتے ہیں تو اس وقت وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ ضرور ڈھونڈتے، پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند ہونا۔“

3 ایک سے زائد خدا ہونے کی صورت میں وہ نظامِ کائنات چلانے میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں یا نہیں؟ اگر محتاج ہوئے تو خدا نہیں ہو سکتے اور اگر محتاج نہیں تو مطلب ہوا سب اپنی اپنی جگہ مختارِ کل ہوئے ایسی صورت میں ایک سے زائد کا وجود فالتو اور بے فائدہ ہوا، جب کہ خدا تو وہی ہے مخلوق کو جس کی ضرورت ہو۔

نیز برابری بھی عیب ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا۔

4 ایک سے زائد خدا ہونے کی صورت میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ وہ اپنا راز دوسرے سے مخفی رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر رکھ سکتا ہے تو دوسرا جاہل ہوا، اگر مخفی نہیں رکھ سکتا تو خدا کیسا ہے جو اپنا راز بھی چھپا نہیں سکتا؟

5 ایک سے زائد خدا ہونے کی صورت میں کم سے کم ان میں ایک تو ایسا امتیازی وصف ہونا چاہیے جس سے مخلوق ان کی پہچان کر سکے۔ اگر وہ وصف کمال ہے تو ماننا پڑے گا کہ ہر خدا میں کم سے کم ایک وصف کمال سے محروم ہے، کیا ایسا خدا ہوسکتا ہے؟

اور اگر وہ امتیازی وصف نقص والا ہے مثلاً ایک کانا ہے، ایک لنگڑا ہے، ایک بہرہ ہے تو کوئی بھی خدا بننے کے لائق نہ ہوا کیوں کہ خدا تو نقص سے پاک ہوتا ہے۔

6 ایک سے زائد خدا ہونے کی صورت میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کام میں مداخلت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مداخلت نہیں کر سکتے تو خدا نہ ہوئے اور اگر کر سکتے ہیں اور دوسرا روک نہ سکے تو عاجز ہوا اور اگر روک لے تو پہلا عاجز ہوا۔

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مداخلت کر سکتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو برداشت کیا ہوا ہے تو ہم کہیں گے یہ بھی خدائی کے منافی ہے کیوں کہ کون سا خدا ہے جس کو مجبوری ہو، نیز برابری بھی خدا کی شان کے لائق نہیں۔

7 جس طرح انسانی فطرت میں وجود باری تعالیٰ کو رکھا گیا ہے، اسی طرح فطرت اس وجود کے ایک ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے، مثلاً: اضطرار و پریشانی کی صورت میں ہمیشہ ایک جہت آسمان کی جانب ہی دیکھا جاتا ہے، ایک ہی کو پناہ گاہ سمجھا جاتا ہے اور ایک ہی سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ﴾ [بني إسرائيل: ٦٧]

''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس (اللہ) کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے ساتھیوں کو یوں سمجھایا:

﴿ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾﴾ [یوسف: ٣٩]

''کیا الگ الگ رب بہتر ہیں یا اللہ، جو اکیلا ہے، نہایت زبردست ہے؟''

حضرت یوسف علیہ السلام نے جہاں ان کی عقل کو جھنجھوڑا وہاں ان کی راہنمائی فطرت کی جانب بھی فرمائی۔

8 ایک سے زائد خدا ہونے کی صورت میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟

تعداد جتنی بھی مقرر کر لی جائے مرکزی بات جوں کی توں ہی رہے گی، یعنی اس سے زیادہ تعداد کیوں نہیں؟ لہٰذا یہ سوال ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔

ملحدین سے پوچھے جانے والے سوالات:

1 ...... اگر خدا نہیں اور مر کر سب نے مٹی میں جانا ہے، کوئی حساب و کتاب نہیں تو تم لوگ اسلام کے خلاف مہم کیوں چلا رہے ہو؟ کیوں لوگوں کو مذہب سے بیزار کرنے کی کوشش کرتے ہو؟

تمھاری مثال اس آدمی کی سی ہے جو صبح سے شام تک ریڑھی لے کر بازار، گلی گلی، کوچہ کوچہ پھرتا ہے اور وقفے وقفے سے اعلان کرتا ہے، پچاس روپے کا دو کلو لے لو۔ ارے بھائی کیا فروخت کر رہے ہو؟ وہ کہتا ہے: میں کچھ نہیں فروخت کر رہا!

اہلِ مذاہب کی محنت تو سمجھ آتی ہے، تمھاری محنت کس لیے؟

2 ...... اگر خدا نہیں، جزا وسزا نہیں، مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندگی نہیں تو ہم مسلمان بھی تمھارے ساتھ فائدے میں رہیں گے، لیکن اگر یہ سب کچھ ہوا؟ تم کیا کرو گے؟ زیادہ فائدے میں کون ہے، ہم یا تم؟

3 ......خدا کا ہونا زیادہ سائنسی ہے یا نہ ہونا؟

4 ......خدا کا ہونا زیادہ تاریخی ہے یا نہ ہونا؟

5 ......خدا کا ہونا انسان اور معاشرے کے لیے زیادہ ضروری ہے یا نہ ہونا؟

اس کو یوں سمجھیں کہ اگر تمام انسانوں میں یہ نظریہ راسخ ہو جائے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں، کوئی جزاوسزا نہیں، کوئی ہم سے پوچھنے والا نہیں، ہر انسان کو ہر کام کرنے کی

اجازت ہے، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں، اس سے معاشرے میں بُرائی پھیلے گی یا اچھائی؟

6 ......نفسیاتی طور پر خدا کا انکار فائدہ مند ہے یا اقرار؟ یعنی ملحدین میں خودکشی کا رجحان زیادہ کیوں؟

7 ......دگرگوں حالات میں مایوسی سے حوصلے کی جانب سفر خدائی سہارا ہے یا خدا کا انکار؟

8 ......خدا کے ساتھ کائنات کا تصور کامل ہے یا خدا کے بغیر؟

9 ......محض کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کی نفی پر دلالت کرتا ہے تو پھر فزکس کے اس اصول کا کیا ہوگا کہ ہم ۱۰ لاکھ میں سے صرف ۵ چیزوں کو جانتے ہیں۔ گویا عظیم حقیقت پردۂ غیب میں ہے۔

10 ......عقلی طور پر خدا پسندوں کا موقف زیادہ وزنی معلوم ہوتا ہے، یا منکرین کا؟

11 ......جو کہتے ہیں کہ زندگی یک خلوی جرثومے سے شروع ہوئی، ان سے سوال ہے کہ یہ جان دار جرثومہ کہاں سے آ گیا؟

12 ...... خدا پرستوں کے دعووں اور پیغامات میں زیادہ یکسانیت رہی ہے یا خدا بیزاروں کے؟

13 ......ملحدین کا کہنا ہے کہ خدا کو خوف کی حالت میں تراشا گیا، سوال یہ ہے کہ وہ کون سے ٹھوس حقائق ہیں جن کی بنیاد پر یہ عقیدہ گھڑا گیا؟

14 ......انبیاء علیہم السلام کی مثالی سیرت وکردار کے مقابلے میں ملحدین کے کس قدر نمونے اس معیار کے لائے جا سکتے ہیں، تاکہ فیصلہ کیا جا سکے کہ سچائی کا مجسمہ بننے کے زیادہ کون لائق ہے؟

15 ......تاریخ میں ہر حوالے سے خدائی دعووں کو پیچھے ہٹنے کی ضرورت محسوس ہوئی یا الحادی دعاوی کو؟

16 ......تجرباتی طور پر ہمہ نوع اضطراب دور کرنے کی طاقت خدا کے پاس ثابت

ہوئی یا منکرین کے پاس؟

17 ...... بارہا مطمئن الہامی معاشروں کے مقابلے میں کتنے مطمئن الحادی معاشرے پیش کیے جا سکتے ہیں؟

18 ......ملحدین کہتے ہیں کہ خدا کے اثبات کی دلیل کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ نفی کا ثبوت کیا ہے؟ کیوں کہ خدا کا اثبات تو ہر زمانے میں چلا آ رہا ہے، منکرین نے نیا دعویٰ پیش کیا ہے۔

19 ......کائنات کے بے مثال اور عظیم الشان نظم و ربط کو بنانے والا معقول نظریہ ہے، یا اس کے خود بخود جاری و ساری رہنے کا؟

20 ...... جدید ترین تحقیقات وجودِ باری تعالیٰ کے ثبوت کی طرف جھکاؤ کیوں رکھتی ہیں؟

21 ......سب سہاروں کے گر جانے کے باوجود ایک سہارا قائم رہنے کا تصور ''پلٹ کر جھپٹنے'' کے لیے معاون ہے یا بے سہارا رہ جانے کا تصور؟

22 ...... دنیا کے عظیم ترین دماغوں کی اکثریت خدا کے حق میں اکٹھی ہیں یا مخالفت میں؟

23 ......سوسائٹی کی ترقی کے لیے متشککین زیادہ کارآمد ہیں یا یقین والے؟

24 ......انسانی دماغ یقین کو پانا چاہتا ہے؟ یا مستقل شکی پن کے نفسیاتی مرض کو؟

25 ......انسانی تجسس جواب چاہتا ہے یا سوال در سوال؟

26 ...... باشعور مخلوق کے مشکل ترین سوالات کا حتمی حل کس نے دیا، اسلام نے یا الحاد نے؟

کتابیات

1. القرآن الکریم
2. صحیح بخاری
3. صحیح مسلم
4. سنن ابی داؤد
5. مسند احمد
6. السلسلہ الصحیحۃ
7. مستدرک حاکم
8. الجامع الصغیر
9. تفسیر ابن جریر
10. تفسیر ابن کثیر
11. تفسیر قرطبی
12. تفسیر القرآن الکریم، از حافظ عبد السلام بھٹوی، دار الاندلس، لاہور
13. الادلۃ العقلیۃ النقلیۃ علی اصول الاعتقاد، تالیف ڈاکٹر سعود بن عبد العزیز العریفی، طبع اول، ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴م
14. خدا کی دریافت، مولانا وحید الدین خاں
15. اسلام دور جدید کا خالق، مولانا وحید الدین خاں
16. مذہب اور سائنس، مولانا وحید الدین خاں
17. الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر، محمد شارق، محمد مبشر نذیر

18 الحاد اور جدید ذہن کے سوالات، حافظ محمد شارق، سید اسرار احمد بخاری

19 اسلام، الحاد اور سائنس، محمد سلیم

20 وجود باری تعالیٰ، حافظ محمد زبیر

21 التوقیف علی مہمات التعاریف للمناوی

22 اسلام زندہ باد، شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی، طبع سرگودھا

23 سیرۃ النبی، شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۲ء

24 مترادفات القرآن، مولانا عبدالرحمان کیلانی، طبع مکتبہ اسلام وسن پورہ، لاہور، ۲۰۰۹ء۔

25 النبوات، لابن تیمیہ

26 کشاف اصطلاحات فنون

27 الحاد ڈاٹ کام